علوم قرآن کا اجمالی پس منظر (مقدمہ تفسیر قرآن)

مؤلف: محمد باقر مقدسی

نظرثانی: سید ضیغم عباس نقوی (ہند)

کمپوزنگ وترتیب: محمد حسن جوہری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اپنے شفیق والدین کے نام

حرف آغاز

عالم امکان کی سعادتمندی، آبادی، اور ترقی و تکامل کی خاطر اللہ نے کائنات کو تمام وسائل اور لوازمات سے مالا مال فرمایا وہ ذات یکتا ایسی ذات ہے کہ جس نے اپنی ذات کی تعریف اسطرح کی ہے واللہ ھو الغنی الحمید جبکہ عالم امکان کی تعریف میں فرمایا" و انتم الفقرائ" ایسی ذات کے بارے میں تمام اسلامی مکاتب فکر او رفلسفر کا بالاتفاق یہ نظریہ ہے کہ وہ ذات تمام کمالات کا مجموعہ ہے جس میں کمی اور نقص کا تصور ناممکن ہے لہذا تمام کائناتی کمالات کا مجموعہ اورسرچشمہ ذات باری تعالی نظر آتا ہے، اس ذات سے ہٹ کر تصور کیا جائے تو یقینا احتیاج اور نیاز مندی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا تب بھی تو اللہ نے قرآن مجید میں گذشتہ امتوں سے عبرت ناک حالات کو صاف لفظوں میں بیان کیا تاکہ لوگ یہ خیال نہ کریں کہ ہم جو کچھ کرنا چاہیںتو کرسکتے ہیں،اگر کوئی شخص اس خیال کی بنیاد پر قوم لوط اور قوم ثمود یا دیگر اقوام کی سیرت کو مشعل راہ قرار دے تو یقینا اللہ اس کو اسطرح کیفر کردار تک پہنچائے کہ جس طرح لوط اور ثمود وغیرہ کی قوم کو پہنچایا تھا، نیز اللہ نے فرعون اور قارون کے قصے کو واضح الفاظ میں بیان فرمایا تاکہ بشر جس طرح فرعون نے قدرت کو قارون علم کو اپنی ذاتی کمال سمجھتے تھے۔ اسطرح دیگر انسان بھی کمالات کو اپنا ذاتی کمال نہ سمجھیں لہذا اگر کوئی عاقل اس طرح کا تصور کرے کہ تمام کمالات چاہے مادی ہوں یا معنوی ہماری زحمت اور ذاتی تربیت کا نتیجہ ہے اور اللہ تبارک وتعالی سے کوئی ربط نہیں ہے، تو اسکا حشر بھی وہی ہو جو فرعون اور قارون کوہوا تھا۔

نیز اللہ نے شیطان کی ہر حرکات و سکنات کو مفصل طور پر کلام مجید میں ذکر فرمایا، تاکہ لوگ تکبر و غرور کی بیماری کا شکار نہ ہوں، اگر کوئی اس مرض میں مبتلا ہوا تو اسکا علاج بھی وہی ہو جو شیطان کا علاج تھا۔

لہذا اللہ نے اس باطل نظریے (یعنی کمالات اپنی زحمات کا نتیجہ ہیں اور اللہ سے کوئی ربط نہیں ہے)کو رد کرتے ہوئے بشر کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنے کی خاطر گذشتہ امتوں اورفرعون و قارون اور شیطان کے قصے کو واضح الفاظ میں بیان کیا تا کہ بشر تمام کمالات کا سرچشمہ ذات باری تعالی سمجھے ، اسی حقیقت کو درک کرنے کی خاطر اللہ نے قیامت تک کے انسانوں کی طبیعت اور فطرت سے ہماہنگ گفتگو کی ہے یعنی کچھ لوگوں کی طبیعت ،عشق و محبت سے متاثر اور منفعل ہو جاتی تھی جس کو اپنی طرف مبذول کرنے کے لئے یوسف اور زلیخا کی کہانی کو صاف الفاظ میں بیان کیا، جبکہ کچھ لوگوں کی طبیعت عبادات اور زہد و تقوی اور دعاؤں سے متاثر ہو جاتی تھی جسکی آبیاری کیلئے انبیاؑ اور اوصیاءؑ کی نمایاں سیرت کو زہد و تقوی راز و نیاز کا مجموعہ ہونے کی خبر دی ہے اور کچھ لوگوں کی طبیعت جنگجو اور شجاعانہ طبیعت تھی جن کی پیاس کو بجھانے کی خاطر اللہ نے گذشتہ انبیاء اور ہمارے آخری نبیؐ کی سیاسی پالیسیوں کو جنگ احزاب، جنگ بدر، جنگ احد، جنگ تبوک اور دیگر جنگوں کے نام سے یاد کیا ہے تاکہ کوئی مسلمان جنگجو فرار و شرپسند افراد بالخصوص یہودیوں کی غلط پالیسیوں کو میدان جنگ میں اپنا اصول و ضوابط قرار نہ دے ،حالانکہ خوبصورتی اور لذت روحی سے ،طبیعت متاثر ہونے والے افراد کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کرنےکی خاطر حور العین کی تمام خصوصیات کو "لم یطمثھن انس قبلھم ولا جان کانھن الیاقوت والمرجان "یا کواکب اترابا وجعلناھن ابکارا" کے الفاظ میں روشن فرمایا۔نیز کچھ انسانوں کی طبیعت ہنر اور فنون کی طبیعت ہوتی تھی جن کی خواہش کو پورا کرنے کی خاطر طرح طرح کے فنون و ہنروں کا تذکرہ کیا۔اورہنروںاورفنون کوعلم کادرجہ دیا ۔

اس طرح کچھ انسانوں کی طبیعت اس طرح کی ہے جو اخلاق حسنہ کو پسند کرتی ہے جنکی چاہت او رخواہشات کو پورا کرنے کی خاطر اخلاق کے تمام اصول و ضوابط منفی و مثبت نکات اور مطالب کو واضح الفاظ میں بیان کیا اورنمونہ کے طور پر حضرت ابراہیم کی سیرت کو "لقد کان فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ " یا ہمارے آخری نبی کی نمایانسیرت کو" لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ " کے عنوان کے ساتھ بیان فرمایا تاکہ اخلاق حسنہ سے طبیعت بیدار ہونے والے افراد اخلاق حسنہ کے اصول و ضوابط انہی ہستیوں کو نمونہ عمل قرار دے دیے ، نیز اللہ نے کبھی جنت کے اوصاف اور خصوصیات کو "خالدین فیھا تجری من تحت الانھار ،لا تسمع فیھا لاغیۃ" وغیرہ واضح الفاظ میں بیان کیا ہے تاکہ جنت کی لذت اور آرامش کی لالچ میں طبیعت اور ضمیر اللہ کی طرف مبذول ہو۔

اور اللہ نے کبھی تاریخ اور ضرب المثل کو بیان کرکے شعر و شاعری کی طبیعت والے افراد کی طبیعت کو اپنی طرف مرکوز کیا جبکہ قرآن کے تمام الفاظ کو فصاحت اور بلاغت سے اسطرح مالا مال کیا حتی نزول قرآن کے وقت جتنے فصحا اور بلغا تھے بالاتفاق کہنے لگے قرآن کسی بشر کا کام نہیں ہے بلکہ محمد بن عبداللہ سحر اور جادو کر رہا ہے لہذا فصاحت و بلاغت سے طبیعت اور ضمیر بیدار ہونے والے افراد کے لئے ایسی فصاحت و بلاغت کے نکات کو بیان کیا تا کہ قیامت ۔ اس کام سے فصیح تر کام نہ ہوسکے۔

لہذا قرآن کے آغاز سے خاتمہ ۔ کی آیات پر غور کریں تو یہ نتیجہ نکلتاہے کہ اللہ نے ہر انسان کو چاہے موجود بالفعل ہو یا بالقوۃ اس کی طبیعت اور زمان و مکان کے مطابق دستور دیاہے تاکہ انسان ضروریہ خیال کرے کہ تمام کمالات کا سر چشمہ ذات باری تعالی ہے ، ایسا گمان اور خیال غلط ہے کہ ہماری کوششوں او رزحمات کا نتیجہ قدرت اور علم اور کمالات ہے بیشک زحمات اور کوشش کا لازمہ قدرت اور علم او رکمالات ہے لیکن کوشش اور زحمات کے باوجود تمام کمالات کی بازگشت اور سرچشمہ ذات باری تعالی ہی نظر آتا ہے۔

یہ قرآن تمام علوم کا ایسا بحر بیکراں اور اقیانوس ہے جس سے ہر غواص فیضیاب اور سیراب ہونا چاہے تو ہو سکتا ہے ، اگر چہ اس دور میں ٹیکنالوجی ،سائنس ،فیالوجی ، فیزیکس ،کیمیاوی، ریاضی یا دیگر علوم عروج پر فائز ہیں تو یہ خیال نہ کیجیے کہ قرآن میں ایسے علوم اور مضامین کا تذکرہ نہیں ہوا ہے، کیونکہ قرآن تمام کتب آسمانی کے ترجمان کی حیثیت سے "من البدوی الی الختم " سے ان تمام علوم کا مجموعہ ہے جن کو بشر کے لئے قیامت تک کیلئے ضروری ہے مگر ہم نے قرآن کو صحیح معنی میں درک نہیں کیئے ہیں ورنہ خود قرآن نے صاف لفظوں میں بیان کیا ہے " لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین" پیش قرآن میں جس طرح ریاضی کی کتاب میں تمام فارمولوں کا ذکر ہے اسطرح تمام علوم کا مفصل اور ہر فارمولے کو ذکر نہیں کیا گیا ہے لیکن جس علوم کا انسان محتاج ہے جو اس کی زند گی کی سعادتمندی کا باعث ہے اس کا یقینا قرآن میں اجمالی طور پر تذکرہ ہو چکا ہے اور ان تمام علوم کو قرآن کی آیات سے حاصل کرنے کیلئے تفکر اور تدبر کے علاوہ برسوں سال تعلیمات اسلامی کے گہوارے میں تربیت اور تمذ کر نے کی ضرورت ہے ہاں آپ یقینا کہہ سکتے ہیںکہ برسونسال تعلیمات اسلامی کے گہوارے میں تربیت یافتہ علماء اور محققین میں سے کتنوں نے کہکشانوں اور ٹکنالوجیوں اور ایجادات و انکشافات کے فارمولے پیش کیۓ ہیں ؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ جب بشر پر مادہ پرستی اور مادیات کی حکومت حاکم ہو جاتی ہے تو ہر چیز کو مادہ او رمادیات ہی سے مقایسہ کرتے ہیں کیا ایسے فارمولے کو پیش کرنا مشکل ہے یا طے الارض کرنا؟ کیا ایٹم بم بنانا مشکل ہے یا ایک ہی نظر سے سوپر طاقتوں کو خاک میں ملانا مشکل ہے ؟

علم رمل ، علم جفر، فیازلوجی سائنس ے تمام فارمولے اورریاضی ے تمام سائل اور تمام قضایا عقلیہ سے ا - می تعلیم-ات حاص-ل کرنے واے عماء اورمجتہدین اس دور ے ماہرپروفیسر اورڈاکٹر سے کئ گنا زیادہ آ ہ ہیں لیکن ا م انسانوں کو مارنے کیلئے یا ان پر ظلم و ستم کرنے کیلئے ملحدین کی طرح ان چیہ ونکی بنانے کی اجازت نہیں دیتا ، لہذا آ ج ملحدین یا ضعیف الایمان افراد ای مضمون یاکس-ی ای- فیلڈ میں چند ای فرمولوں کی روشنی میں کوئی چیہ پیش کریںتو اس کو کوئی بڑی چیہ نہ سمجھیں اگر یہ لوگ کسی علم ے چند ای اصول و ضوابط سے آ ہ ہیں تو ہمارے مجتہدین اس جیسے ہ اروں علوم ے اصول و ضوابط سے آ ہ ہیں لیکن نظام ا می ان کی طرح بن-انے کی اجازت نہیں دیتا، کیونکہ ملحدین اور ضعیف الایمان کسی عہد اور پیمان ے پابند نہیں رہتے بلکہ ان کا مقصد اور ہدف فق-ط ی-اد ک-ردہ فارمولوں کی رو سے کوئی چیہ انکشاف کرنا اور ا-باد کرنا ہے ، جبکہ عماء ا می کا ہدف اور مقصد یہ ہے کہ ان اص-ول و ض-وابط ک-ی رو سے انسان کی سعادتمندی مادی اور معنوی زندگی ے مرا حل کو بیان کریںتاکہ حضرت حق کی شناخت کرسکیں۔

لہذا علم طب ،فیازلوجی ،فلسفہ ،فہ ی وغیرہ ے تنے محققین آئے ہیںاور گذرے ہیں لیکن مثبت نتائج ے ساتھ منفی نتائج سے خالی نہیںرہے ہیں جبکہ قرآن واحدکتاب ہے جو انسان ے مادی اور معنوی تمام اصول و ضوابط پر مشتمل ہے. ب-اقی تم-ام عل-وم کا سرچش-مہ قرآن مجید ہے اور اللہ کی شان یہ نہیں ہے کہ تمام سائل کو عام عادی انسان کی طرح تفصیلی بیان کرے، بلکہ اشارے اور اجمالی ت-زکرہ کرے عقل وتفکر و تدبر کو بروی کار لانا اس کا مقصدت ا۔

لہذا پیغمبر اکرم (ص) اور اہلبیت(ع) نے قرآن ے حقیقی مفسر کی حیثیت سے تمام کنایات اور انکشافات و اختراعات کی تشریح کی ہے . اور مکتب اہل بیت (ع) ے پیروکار حضرات بھی تمام علوم کا سرچشمہ قرآن اور اہل بیت (ع) کوقرار دیتے رہے ہیں، لیکن سمان حضرات کا قرآن ے معتقد ہونے ے باوجود قرآن ے فیوضات سے محروم ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم سمان اورہمارا معاشرہ ا می ہونے ے باوجود ہمارے مراکز وتربیت ہوں میںقرآنی تعلیم اوردرس قرآن سے ہمیں محروم رکھا گیا ہے اسی لیے آج قرآن ے کرامات اور فیوضات سے محروم ہیں جبکہ ہماراعقیدہ یہ ہے کہ تمام کمالات کاسرچشمہ ذات باری تعالی ہے قرآن اس کا کلام ہے جو ہر نقص اورعیب سے پاک ہونے ے ع وہ صرف ہماری سعادت اورکامیابی ہی ے لئے بھیجا گیا ہے جسمیںقیامت تک ے لئے بشر ے تمام مسائل اورقضایااورتمام علوم کی طرف اشارہ کیاگیا ہے جس کو ثابت کرنے ے لئے اہل بیت (ع) کی سیرت نمایاں دلیل ہے یعنی اہل بیت (ع)واحد ہستیاںہیںکہ جنہوںنے قرآن کو صحیح معنوںمیںسمجھا اورتعلیم قرآن ے ذریعے پوری دنیاے مفکرین اور محققین ے نظریات اور تحقیقات پرفوقیت حاصل کی ،لہذاان ے جانی دشمن اوراس زمانے ے متعصب ترین محققین بھی اہل بیت (ع) سے کمالات اورعلمی نظریات کا اعتراف کرچکے ہیں، جبکہ اسو قت نہ کوئی پیشرفتہ تربیت ہ تھا اورنہ ہی کوئی ماہر استاد ،اگرچہ شیعہ امامیہ کاعقیدہ علم امام ے بارئے میںبہت ہی مفصل اورعمیق ہے جسکا خاکہ ذہن میںڈالنے ے لئے مستقل ایک تحقیقی کتاب کی ضرورت ہے لیکن اس دور میںعلم ے دعویدار ہونے والے حضرات کی توجہ کو سیرت اہل بیت (ع) اورتعلیم قرآن کی طرف مبذول کرنا چاہتاہوں

تاکہ ریاضی اورفہ یاکسی دیۂر مضامین ے چند ای فرمولے یاد کر ے خود کو یاد خدا اورتعلیم قرآن سے بالاتر نہ سمجھیںبلکہ تمام تعلیمات سے بالاتر تعلیم قرآن، تمام موجودات سے بالاتر اللہ تبارک وتعالی اوربہترین شامل راہ اہل بیت (ع) کی سیرت سمجھیں، آپ بغیر کسی تردید ے فہم قرآن اورتعلیم قرآن سے بہرہ مند حضرات کی تعلیمی طاقت واستعداد کواس دور ے چند ای فرمولے یاد کرنے والے پڑھے لکھے افراد کی طاقت سے مقائسہ کر ے اندازہ کرسکتے ہیںکہ ہرعاقل جانتا ہے کہ سب سے بڑی طاقت علم ہے ۔

لہذاامام سجاد(ع)اور اس دور ے پڑھے لکھے افراد یا امام جعفرصادق (ع) اوراس دور ے پڑھے لکھے افراد یاپیامبر گرامی (ص)اور اس دورے پڑھے لکھے افراد ی حضرت علی (ع) اور دیۂر افراد کی عمی طاقت کو موازنہ کرسکتے ہیںاور مسلمان حضرات اس دور میںفقط قرآن کو سمجھیںتو پوری دنیا کی طاقت اورسوپر طاقت ے دعویداروںکو باآسانی جواب دے سکتے ہیں۔

لیکن ہم نے قرآن مجید سے نہ فقط استفادہ نہیں کیا بلکہ اس کو مہجور ومہموز قرار دیا ورنہ ہماری حیرت یہ نہ ہوتی کہ ہم مسلمان کہ شیعہ امامیہ ہونے ے باوجود مسائل سیاسی ،ثقافتی ،اقتصادی،اخلاقی ،فکری ،عمی ،اور ان جیسے تمام میدانوں میں قرآ ن سے مدد لینے ے بجائے عصر حاضر ے ملحدین کی تقلید کرتے ہوئے قرآن کو مسائل فقہی،اور اموات ے ایصال ثواب ے لئے فاتحہ خوانی ،یا زیادہ سے زیادہ سر سری تلاوت تک محدود رکھا ہوا ہے فاتحہ خوانی تلاوت کلام پاک ،جیسے امور میں ثواب حاصل ہونے پرکسی کو انکار نہیں لیکن قرآن مجید کاہدف اصلی ، بشرکو دنیاوآخرت میں سعادت وخوشبختی سے ہمکنار کرنا ہے اور یہ سعادت وخوشبختی فھم اوردرک معانی قرآن اور اس پر عمل پیرا ہونے میںمنحصر ہے ۔

والسلام

المذنب محمد باقرمقدسی

ایران قم

اسامی قرآن کا تصور:

قرآن پاک ے اسامی اور ناموں ے بارے میں کتاب اور سنت ے پیروکاروں اور بہت سارے محققین نے مفصل کتاب ، تحقیقی مقالات او رجریدے نشر و اشاعت کئے ہیں، لہذا شاید قارئین محترم یہ تصور کریں کہ اس موضوع پر اتنی ساری کتابیں اور مقالات ہونے ے باوجود مزید اس موضوع پر قلم اٹھانا چندیں افادیت کا حامل نہ ہو ، لیکن مرحوم علامہ طباطبائی عارف زمان علم و عمل ، زہد و تقوی ے بےنظیر ہستی کا فرمان ہے کہ فہم قرآن کی خاطر ہر سال جدید تفسیر اور تحریر کی ضرورت ہے لہذا جتنے مقالات اور کتابیں اس موضوع پر لکھی گئی ہیں پھر بھی ہماری ذمہ داری یہ ہے کہ ہم اس جدید دور ے تقاضے ے مطابق علوم قرآن ے موضوع پر جو فہم قرآن ے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے مقالات ، جریدے اور کتابوں کی شکل میں تحریر کریں تاکہ ہر ایک طالبعلم اپنی شرعی ذمہ داری سمجھے لہذا دانشمند حضرات میں سے نامور علوم قرآن ے ماہر مرحوم علی بن احمد جوحرالی ے لقب اور ابوالحسن کی نیت سے معروف ہیں۔

اسامی قرآن ے عنوان پر مستقل ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے فرمایاہے کہ اللہ نے کلام پاک میں قرآن کو90 نامو ناور عناوین سے یاد کیا ہے۔ جسکی حقیقت درک کرنے کی خاطر ماہرین علماء اور مفسرین کی ضرورت ہے۔[1]

....

(1)ابر ان

شافعی مذہب ے معروف فقیہ جو ابولمعالی کی نیت سے معروف ہیں ، انکی معروف کتاب کا نام ابرہان فی ش ت القرآن ہے جس میں ان وں نے فرمایا :کام پاک میں قرآن مجید کو 55 عناوین اورناموں سے یاد فرمایا ہے۔[1]

جناب حسین بن علی رازی امامیہ ے برجستہ اور نامور و شور عماء میں سے ای ہیں جن کی نیت ابو الفتوح تھی ، آپ مرحوم برسی صاحب مجمع البیان اور آقای زمخشری ے ہم عصر تھے آپ نے فرمایاکہ قرآن مجید کو قرآن مجید میں 43 ناموں اور عناوین سے یاد کیاہے۔

مرحوم برسی جو ابو علی کی نیت امین الدین یا امین الا م ے لقب سے معروف اور شور ہیں فرمایا قرآن کریم ے چارنام ہیں:1۔ قرآن 2۔ کتاب 3۔ فرقان 4۔ذکر[2]

اور بہت سارے مفسرین او رعلوم قرآن ے محققین نے انہیں چار عناوین اور ناموں کی تفسیر اور وضاحت فرمائی ہے لہذا ہمارے دور ے بہت سارے محققین نے اسامی قرآن کو فقط پانچ عناوین قرار دیے ہیں.1۔ قرآن 2۔کتاب 3۔ذکر 4۔تنزیل،5۔فرقان، دیگر تمام عناوین کو قرآن مجید ے اوصاف قرار دیے ہیں، لیکن دقت ے دامن میں تمام محققین ے

....

(1)ابرہان فی ش ت القرآن،ج3،ص401

(2) مجمع البیان، ج1،ص14۔

کا م او ر تحقیقات کو بیان کرے نقد و بررسی کرنے کی گنجائش نہیں ہے، فقط بیشتر مفسرین او رعلوم قرآن ے ماہرین ے نظریہ

کو اجمالی طور پر نقل کرنے پر اکتفا کرو نگا جس پر ہمارے استاد محترم حضرت حجۃ الا م والمسلمین الحاج رجبی نے بھی اپنے لکچر میں

اشارہ کیا تھا آپ اس دور میں حوزہ عمیہ قم میں علوم قرآن ے ماہر ترین استاد ، موسسہ امام خمینیؒ ے شعبہ علوم قرآن ے ڈائریکٹر

ہیں ، آپ نے فرمایا قرآں مجید ے اسامی معروف مفسرین او رعلوم قرآن ے محققین کی نظر میں درج ذیل ہیں:

1۔ قرآن 2۔کتاب 3۔فرقان 4۔ذکر 5۔تنزیل 6۔مبین 7۔کریم 8۔نور 9۔ہدی 10۔ موعظہ 11۔شفاء 12۔مبارک 13۔علیّ 14۔حکمۃ 15۔حکیم 16۔مصدّق 17۔مہیمن18۔حبل 19۔صراط المستقیم 20۔قیّم 21۔قول فصل 22۔ نبأ العظیم 23۔احسن الحدیث 24۔متشابہ 25۔مثانی 26۔روح 27۔وحی 28۔عربیّ 29۔بصائر 30۔بیان 31۔علم 32۔حق 33۔ہادی 34۔عجب 35۔تذکرہ 36۔العروۃ الوثقی 37۔عدل 38۔صدق 39 امر 40۔منادی 41۔بشری 42۔مجید 43۔زبور 44۔بشیر 45۔نذیر 46۔عزیز 47۔بلاغ 48۔قصص 49۔صحف 50۔مکرّمہ 51۔مرفوعہ 52۔مطہرۃ 53۔کلام اللہ 54۔رزق الربّ 55۔تبیان 56۔ نجوم 57۔سراج المنیر 58۔نعمۃ 59۔ مصحف ۔

اگرچہ دیگر کچھ محققین نے اس سے زیادہ ذکر کئے ہیں، لیکن اکثر علوم قرآن ے ماہرین نے انہیں مذکورہ عناوین پر اکتفا کئے ہیں، لہذا یقینی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ قرآن مجید ے متعدد نام او راسامی ہیں جس پر سارے مسلمانوں کااتفاق ہے ، لیکن ان کی کمیت او رتفسیر ے بارے میںمسلمانوں ے درمیان اختلاف ہے۔

مگر اختصار اور فرصت کی قلت کو مدنظر رکھتے ہوئے قارئین محترم کو اس موضوع ے متعلق دیگر مفصل کتابوں کی طرف محوّل کرتا ہوں رجوع کیجئے۔

آیات قرآن ی وضاحت:

الف: معنی آیہ. آیات ے دو معانی ہیں. 1۔لغوی 2۔اصط حی

1۔ لغت میں آیہ چار معانی میں استعمال ہوا ہے :

1۔معجز ہ ،چنانچہ اللہ نے فرمایا: سَلْ بَنِی اِسْرَائِیلَ کَمْ آتَیْنَاهُمْ مِنْ آیَةٍ بَیِّنَةٍ [1](اے رسول) بنی اسرائیل سے پوچھو کہ ہم نے ان کو تنے روشن معجز ہ پیش کیۓ۔

یہاں بہت سارے مفسرین اور محققین نے آیۃ بینۃ کا معنی معجز ہ واضحہ کیاہے، اس بات کی بنیاد پر آیہ معجز ہ ے معنی میں استعمال ہوا ہے، لیکن اس آیہ میں بہت سارے مترجمین نے کلمہ آیت کا ترجمہ نشانی اور ع مت کیا ہے، جسکی بناء پر کلمہ آیہ کا معنی معجز ہ نہیں ہے، بلکہ

....

(1)البقرہ/211

ع مت اور نشانی ہے جو آنے والے معانی میں سے ای ہے۔

2۔ ع مت: چنانچہ اللہ نے فرمایا:ان آیہ ملکہ ان یاتیکم التابوت[1]

اس ے بادشاہ ہونے کی ع مت اور پہچان یہ ہے کہ تمہارے پاس وہ صدوق آجائے .اس آیت کر یمہ میں لفظ آیـت ع مـت اور نشانی ے معنی میں استعمال ہوا ہے.

3۔عبرت: چنانچہ اللہ نے فرمایا: انّ فی ذالک لایۃ. اس میں یقینا (تمہارے لئے) عبرت ہے.

4۔ عجیب و غریب: چنانچہ اللہ نے حضرت عیسی او رحضرت مریم ے بارے مےں فرمایا: و جعلنا ابن مریم و امہ ّ آیـۃ" اور ہـم نے حضرت عیسی اور انکی والدہ گرامی عجیب و غریب قرار دی"۔ [2]

5۔جماعت: چنانچہ لغت عرب میں کہا جاتا ہے "خرج القوم بآیتھم"

"قوم اپنی وفد اور گروپ ے ساتھ نکلی"

6۔ برہان اور دلیل: چنانچہ اللہ نے فرمایا :" و من آیاتہ خلق السموات و الارض اور اس کی قدرت پـر قـائم کـردہ بر ہانوں میںسے آسمانونو زمین کی تخلیق ہے۔[3]

....

(1)بقرہ/248،

(2). مومنون/50)

(3)روم/22)

بہت سارے محققین نے اس طرح آیات مذکورہ کو کلمہ آیہ کے لغوی معنی متعدد ہونے پر دلیل قرار دیاہے، حالانکہ اگر ہم غور کریں تو ان معانی میں سے صرف دو معنی صحیح ہیں:1۔علامت 2۔جماعت ، لہذا مذکورہ آیات میں سے اکثر وہی علامت اور نشانی کے معانی میں استعمال ہوا ہے۔

2۔ اصطلاحی معنی:

کلام الہی کے وہ حصے جس کے آغاز اور اختتام معین ہونے کے علاوہ ہر آیت اپنی مخصوص جگہ میںنگاہ رکھتی ہے، اس کو اصطلاح میں آیت کہا جاتا ہے، اور آیۃ اور جملے کے مابین عام و خاص من وجہ کا فرق قابل تصور ہے یعنی کبھی جملہ ہے آیت نہیں ہے کبھی آیت ہے جملہ نہیں ہے ، کبھی جملہ اور آیت دونوں ہیں یعنی قرآن کریم میں مفردات، جملات اور کلمات ہوا کرتے ہیں جس سے ایک خاص مجموعہ کو آیت کہا جاتا ہے جو ہر حوالے سے فصاحت و بلاغت کے اصول و ضوابط کے ہماہنگ ہونے کے علاوہ وہ مکمل ایک معقول مطلب کو اداکریں نیز تمام آیات کی حد بندی ،جگہ کا تعین بھی پیغمبر اکرم (ص) نے ہی کیا ہے، لہذا آیات اور سورے کی حد بندی، جگہ کا تعین توقیفی ہے، جسمیں عقل اور اجتہاد و قیاس وغیرہ کرنے کی گنجائش نہیں ہے یعنی جس جملہ اور ترکیب کو آیت کہا گیاہے یا جس سورہ کی جگہ معین ہے ، اس میں اجتہاد اورنظر دینے اور قیاس کرنے کا حق نہیں ہے ، جس پر تمام مسلمین کا اتفاق ہے۔

لہذا علوم قرآن کے ماہرین نے المص کو ایک آیت قرار دیاہے،جبکہ المرا کو ایک آیت شمار نہیں کیا ہے، یا سین کو ایک آیت قرار دیتے ہیں جبکہ اس کے ہموزن طس کو ایک آیت نہیں کہا گیا ، اسطرح حمعس کو دو آیات قرار دیتے ہیں،لیکن کہیعص کو حروف کے حوالے سے زیادہ ہونے کے باوجود ایک آیت قرار دیتے ہیں،اس کی وجہ یہ ہے کہ آیات قرآنی کی حد بندی ،جگہ کا تعین امر توقیفی ہے جس میں اجتہاد اور قیاس یا دیگر راہوںکو بروی کار لانے کی گنجائش نہیں ہے اگرچہ علوم قرآن اور تفاسیر کی کچھ کتابوں میں بیان کیا گیا ہے کہ کبھی کبھار کلمہ آیہ ایک حصہ اور بعض آیۃ پراستعمال کیاگیا ہے چنانچہ ابن عباس سے نقل کیا گیا ہے کہ کلمہ ارجس ایک آیت یا سورہ زلزال کے آخری دو جملوں کو ابن مسعود سے نقل کیا گیا ہے کہ یہ دو آیات ہیں، لیکن ایسے موارد میں کلمہ آیت کا استعمال کرنا بظاہر مجازی ہے، کیونکہ اس کے معنی اصطلاحی اور لغوی کے موضوع لہ سے ایسے موارد یقینا خارج ہیں۔

نیز قرآن کی آیات کی تعداد اور گنتی میں بھی تھوڑا بہت علوم قرآن کے ماہرین کے درمیان اختلاف ہے،لیکن ایسا اختلاف آیات قرآنی کی حد بندی، اور جگہ کا تعیّن توقیفی ہونے کے ساتھ کوئی تضاد اور ٹکراو نہیں ہے،کیونکہ ایسے اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جب حضرت پیغمبر اکرم (ص) اصحاب او رکاتبین کی خدمت میں نازل شدہ آیات کی تلاوت کرتے تھے تو جس سے اصحاب خیال کرتے تھے کہ جہاں پیغمبر اکرم (ص) وقف اوررک جاتے تھے وہاں تک ایک آیت ہے لیکن کچھ دوسرے اصحاب اور کاتبین ان کے خلاف خیال کرتے تھے، کہ مزید وضاحت کیلئے علوم قرآن کی مفصل کتابوں کی طرف رجوع کی ضرورت ہے لہذا آیات کی تعداد کے بارے میں مختلف نظریے موجود ہیں ۔

1۔ بصریین ے عقیدے کی بنا پر کا م پاک کی آیات کی تعداد 6204 یا بعض بصریین ے ؛ دی 6205 یا دیٰر کچھ بصریین کی نظر میں 6219 ہے۔

2۔ مدنیین ے عقیدے کی بنا پر آیات کی تعداد 6214 یا دیٰر کچھ مدنیین کی نظر میں 6217 ہے۔

3۔ مکیون کی نظر میں کا م مجید میں 6220 ہے ۔

4۔ شامیوں ے ؛ دی قرآن مجید میں 6226آیات ہیں۔

5۔ کوفیوں کی نظر میں ایات قرآنی کی تعداد 6236 ہے۔[1]

6۔ لیکن جب ہم اپنے شفیق استاد محترم رجبی صاحب ے لیکچر سن رہے تھے اور ان ے اسی موضوع پر دیے ہوئے لیکچر کو کتابچہ کی شکل میں ط ب کو عطا بھی کئے تھے اس میں آیات کی تعداد کو 6666 بتائی ہے اور ہم نے علوم قرآن ے اصول و ضوابط ے مطابق کئی دفعہ قرآن ے آغاز سے آخر تک آیات کو گنا تو ا لیکن 6666 آیات کی تعداد بہت بعید نظر آتی ہے ۔

....

(1).مناہل العرفان،ج1،ص337

آیات ی ترتیب اور نظم و ضبط:

آیات کی موجودہ ترتیب اور نظم و ضبط تمام امت سمہ ے ؛ دیگ اجماعی اور اتفاقی ہے ۔ یعنی جسمیں کوئی تبدیلی اور جا ائی یا قیا-اس و اجتہاد کرنے اور نظر دینے کی گنجایش نہیں ہے کیونکہ جب حضرت جبرئیل آیات لیکر حضرت پیغمبر (ص) کی خدمت میں تشریف لائے تھے تو جبرئیل ان

آیات کی جگہ او رترتیب بھی معین کرتے تھے اور حضرت پیغمبر اکرم (ص) ہو بہ و اسی ترتیب اور نظم و ضبط ے ساتھ اصحاب اور کاتبین وحی کی خدمت میں پیش کرتے تھے. اور ہر ای آیت کی جگہ بھی معین کرتے تھے، اور عین اسی ترتیب اورنظم و ضبط ے ساتھ نماز اور خطبوں اور موعظوں ے اوقات تلاوت فرماتے تھے ، حتی علو م قرآن ے ماہرین اور محققین اپنی گرانبہا کتابوں میں تحریر کر چکے ہیںکہ حضرت جبرئیل ہر سال ای دفعہ پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میںتشریف لاتے تھے او رعین اسی نظم و ضبط ے ساتھ آیات کو تکرار کرتے تھے او رپیغمبر اکرم (ص) کی وفات ے سال میں جبرئیل دو دفعہ ائے اور پوری آیات کو اسی ترتیب اور نظم و ضبط ے ساتھ تکرار کیا تھا جسکو علوم قرآن کی اصطلاح میں عرضہ اخیر کہا جاتا ہے، اور اصحاب و کاتبین وحی اور حافظین قرآن بھی اسی ترتیب اور نظم و ضبط کی ہمیشہ رعایت کرتے تھے،لہذا کہا جا سکتاہے کہ آیات کی ترتیب اور نظم نسق اور آیات کی جگہ جس طرح موجود ہیں اسی طرح پیغمبر اکرم (ص) ے حکم سے رکھی گئی ہے،

جس میں کسی قسم کی تبدیلی لانے کی گنجائش نہیں ہے ، جس کی تائید احادیث بھی کرتی ہیں، چنانچہ ابی العاص نے کہا کہ میں پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا اتنے میں آنحضرت(ص) نے آسمان اور زمین کی طرف نظر کی اور فرمایا ابھی جبرئیل امین نازل ہوئے تھے اور مجھ سے کہا اس آیت کو اپنے سورہ کے مخصوص معین جگہ پر رکھیے۔"ان اللہ یامر بالعدل والاحسان و ایتاء ذی القربی "[1]

نیز بخاری نے زبیر سے روایت کی ہے کہ زبیر نے کہا کہ میں نے عثمان سے پوچھا اللہ کا یہ قول کہ والذین یتوفون منکم و یذرون ازواجا[2]

نسخ شدہ آیہ تھی. کیوں لکھی گئی ہے؟ تو عثمان نے کہا میرے بھائی میں کسی آیہ کو اس کی معین جگہ سے تبدیل یا اس کو حذف نہیں کر سکتا[3]

ان روایتوں سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ نسخ شدہ آیہ کی جگہ بھی تبدیل نہیں کر سکتا، اس بات کی دلیل یہ ہے کہ آیات کی ترتیب توقیفی ہے جس میں کسی قسم کی تبدیل اور جابجائی کی گنجائش نہیں ہے۔

نیز جناب سیوطی نے اپنی گرانبہا کتاب میں فرمایا ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) کئی سورتوں کو نماز جمعہ کے خطبے اور اصحاب کے حضور میں آیات کی موجودہ ترتیب او رنظم و نسق کے ساتھ تلاوت فرماتے تھے یہ چیز یں آیات قرآن کی ترتیب اورنظم وضبط توقیفی ہونے کی

....

(1)النحل/(اتقان ج1ص104

(2)بقرہ/24)

(3) صحیح بخاری۔

بہترین دلیل ہیں او راصحاب بھی اسی ترتیب ے پابندرہتے تھے کبھی کسی کو اس ترتیب ے خ ف ت وت کرنے کی جـرات نہـیں ہوتی تھی ،یہ بات تواتر ے ساتھ ہم ت پ و نچی ہے۔[1]

اسی طرح جناب زرکشی نے کتاب برہان میں جعفر بن زبیر اور دیز کچھ محققین آیات قرآن کی ترتیب جو اس وقـت بـین الـرفتین موجود ہے توقیفی ہونے پر اجماع ے دعویدار ہوئے ہیں۔

سوال و جواب:

آیات قرآنی کی حد بندی ،جگہ ے تقرر معلوم ہونے کا کیا فائدہ اورنتیجہ ہے؟

اس بحث اور گفتگو کا نتیجہ اور افادیت وہاں ظاہر ہو جاتی ہے جہاں کسی نے نماز میں یا عام عادی حالت میں کچھ آیـات کـی ت- وت کرنے کی نذر کی ہے وہاں آیت کی حد بندی کا اثر ظاہر ہو جاتا ہے،لہذا اس بحث کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ بھـی ہوسـکتاہے کہ۔ جس طرح دیز مباحث میں عمی نتائج ے ع وہ عملی نتائج او رافادیت سے مالا مال ہے، اس طرح یہ بحث بھی افادیت اور نتائج سے خـالی نہیں ہے۔

....

(1)اتقان ج 1ص105

سورتوں ں حد بندی:

جس طرح کلمہ آیہ کا دو معنی قابل تصور ہے اس طرح کلمہ سورہ ے بھی دو معنی ہیں:

1۔ لغوی 2۔اصطں حی

کلمہ "سورۃ "لغت عرب میں کئی معانی میں استعمال ہوا ہے ۔

1۔جناب صاحب قاموس نے فرمایاکہ کلمہ سورہ منزلت ے معنی مےں آیا ہے۔

جیسے : الم تران اللہ اعطاک سورہ تری کل ملک حولہ یتذبذب

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے تجھے کیا مقام و منزلت عطاکیا ہے کہ جس ے سبب ہر بادشاہ کی رفت و آمد کا مرکز بنا۔

2۔ عں مت اور نشانی ے معنی میں آیا ہے۔

3۔ دیوار بلند یعنی شہر کی دیوار کو بھی سورہ کہا جاتا ہے۔

4۔ نیز سورہ قوت اور طاقت ے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے۔

اس ے عں وہ اور بھی معانی میں استعمال ہواہے جس کی تفصیل اس مختصر کتیبہ میںنقل کرنے کی گنجائش نہیں۔لہذا لسان العرب و مجمع البحرین ہتاج العروس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

2۔ اصطں ح علوم قرآن میں سورہ متعدد ایسی آیات ے مجموعہ کا نام ہے ، جس کی طبیعت ،لحن اور نظم وضبط او ر سیاق و سبق یقینا دوسرے سورہ کی سیاق و سبق سے فصاحت و بں غت ے حوالے سے متفاوت ہے،

اگر چہ کبھی کبھار ایک ہی سورہ کی آیات کے مابین قبل و بعد کے حوالے سے یا سبق و سیاق کے لحاظ سے مختلف نظر آتا ہے، جیسے آیہ تطہیر قبل و بعد کے حوالہ سے دیکھا جائے تو آیت قبلی اور بعدی زوجات سے مربوط ہیں، لیکن درمیان میں آیہ تطہیر جو اہلبیتؑ کا تذکرہ کر رہی ہے بظاہر متفاوت نظر آتی ہے، ایسی کیفیت پر ہونے والی آیہ کو ادبی اصطلاح میں جملہ معترضہ کہا جاتا ہے لیکن اگر ہم سورہ احزاب کے آغاز اور اختتام کی آیات کے سبق و سیاق کو غور کریں تو آیہ تطہیر اور دیگر آیات کا سیق و سبق ملتا جلتا ہے۔

لہذا اگر مختصر الفاظ میں سورہ کی تعریف کرنا چاہیں تو یہ ہے: ایسی آیات کے مجموعے کا نام سورہ ہے، جو سبق و سیاق اور نظم و نسق فصاحت وبلاغت کے حوالے سے ایک ہی طبیعت کے ہو دوسرے مجموعہ آیات کی طبیعت سے مختلف ہو نیز تمام امت مسلمہ کے درمیان اجماع ہے کہ قرآن مجید میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں کہ جن کی نام گذاری بھی ایک نظریہ کی بنا پر جس طرح قرآن مجید میں اسوقت موجود ہے اس طرح خود پیغمبر اکرم (ص) کی زبان مبارک سے ہوئی ہے، تبھی تو سورتوں کی نامگذاری بھی آیات کی ترتیب اور نظم و نسق کی مانند توقیفی ہے، جسمیں نظر اور اجتہاد یا قیاس کے ذریعہ تبدیلی کی گنجائش نہیں ہے جس پر کئی صحیح السند احادیث عامہ اور خاصہ کی کتابوں میں مختلف مضامین کے ساتھ موجود ہے جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے تمام سورتوں کا نام معین کیا ہے۔[1]

....

(1)شناخت قرآن ص103 علی کمالی)

اور سورتوںکی موجودہ ترتیب بھی خود پیغمبر اکرم (ص) ے حکم سے ہوئی ہے یعنی جس طرح آیات کی ترتیب توقیفی ہے اسی ط-رح سورتوں کی نام گذاری اور ترتیب بھی توقیفی ہے جس میں اعمال نظر کی گنجایش نہیں ہے ،لیکن اس مشہ-ور و مع-روف نظ-ریے سے مقابل میں کچھ دوسرے محققین کا عقیدہ ہے کہ سورتوں کی نام گذاری اور ترتیب خود پیغمبر اکرم (ص) کی زبان سے نہ-یں ہ-وئی ہے کیونکہ اگر نفس رسول خداؐ کی طرف سے سورتوں کی نام گذاری اور ترتیب ہوتی تو اصحاب ے مصاحف میں سورتوں کی ترتی-ب اور ن-ام گذاری ے حوالے سے مختلف نہیں ہونا چاہیے، جبکہ اصحاب ے مصاحف میں بہت بڑا اختلا ف موجودہے، لہذا سورتوں کی ن-ام گ-زاری اورترتیب توقیفی نہیں ہے،البتہ اس نظریہ کو رد کرتے ہوئے بعض محققین نے اس نظریہ ے قائلین کو دو جواب دیئے ہیں ۔

الف :اصحاب ے مصاحف میں اختلا ف کا پائے جانے کی بات، دلیل قطعی سے ثابت نہیں ہوئی ہے ۔

ب: بالفرض ثابت بھی ہوا ہو تو ہم احتمال دے سکتے ہیں کہ اصحاب ے مصاحف پیغمبر اکرم (ص)

کی زبان سورتوں کی نام گذاری اور ترتیب دینے سے پہلے ہے۔[1]

تیسرا نظریہ یہ ہے کہ کچھ سورتوں کی ترتیب توقیفی ہے جبکہ دیگر کچھ سورتوں کی

....

(1)شناخت قرآن ص105 علی کمالی)

ترتیب توقیفی نہیں ہے۔ اس عقیدے پر کئی برہان بیان کئے گئے ہیں لیکن کتاب اوروقت کے دامن میں گنجائش نہ ہونے کے حوالے سے اقوال کے تذکرہ پر اکتفاء کرونگا۔

قرآن کریم کے سورتوں کے احکام میں سے ایک یہ ہے کہ ہر سورہ کے آغاز میں جو بسم اللہ ہے وہ سورہ کا جزء اور مستقل ایک آیہ ہے یا اس کا جزء اور مستقل ایک آیہ نہیں ہے؟

چنانچہ ہر مکتب فکر اس مسئلہ سے با خبر ہے کہ بسم اللہ کے بارے میں امامیہ اور دیگر مذاہب کے درمیان اختلاف ہے امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر بسم اللہ الرحمن الرحیم ہر سورہ کا جزء اور مستقل ایک آیہ ہے ، لہذا نماز میں سورہ حمد کے آغاز میں یا دیگر سورتوں جو حمد کے بعد پڑھا جاتا ہے ، بسم اللہ الرحمن الرحیم کی قرائت اور تلاوت کرنا ضروری ہے ورنہ نماز باطل ہے، جبکہ اس مسئلہ کے بارے میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ بسم اللہ ہر سورہ کا جزء اور مستقل ایک آیہ قرآنی نہیں ہے ،لہذا نمازوں میں سورہ حمد یا دیگر سورتوں کی تلاوت کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھنے سے نماز باطل نہیں ہوتی مرحوم شیخ طوسی نے تفسیر التبیان میں اس مسئلہ کے بارے میں ایک دلچسپ گفتگو کی ہے رجوع کریں۔ [1]

لیکن اگر مکاتب فکر سیاسی اور مذہبی لگاو اور افادیت سے ہٹ کر علم کے اصول و ضوابط کی رو سے اس سلسلہ کے متعلق غور و خوض کریں ، تو یہ بات معقول نہیں ہے کہ بسم اللہ

....

(1)تفسیر التبیان ج1ص24

الرحمن الرحیم ہر مصحف میں موجود ہو، اور ہر وقت ہر سورہ کے آغاز میں جس طرح دیگر آیات کی تلاوت کرتے تھے، اس طرح پیغمبر اکرم (ص) اور اصحاب و تابعین اور قراء تلاوت کریں ، اور دوسری طرف سے قرآن پاک میں تحریف یعنی کمی و بیشی نہ ہونے کے قائل بھی ہوں تو ہم بسم اللہ کو ہر سورہ کا جزء اور مستقل ایک آیہ نہ ماننا نا انصافی کے علاوہ متضاد رویہ ہے۔

لہذا امامیہ اور شافعی مذہب کا عقیدہ ہے کہ ہر بسم اللہ اسی سورہ کا جزء اور مستقل ایک آیہ ہے جس پر کئی احادیث واضح الفاظ میں دلالت کرتی ہیں: جیسے من ترکھا فقد ترک مائة و اربع عشرة آیة من کتاب اللہ تعالی[1]

ابن عباس نے کہا اگر کوئی بسم اللہ کو ترک کرے تو اس نے اللہ کی کتاب سے ایک سو چودہ آیات چھوڑئی ہے ۔

سورتوں کا مکی اور مدنی ہونے کی وضاحت :

علوم قرآن کے ماہرین اور مفکرین نے ایک سو چودہ قرآنی سورتوں کو دو قسموں میں تقسیم کی ہے، مکی اور مدنی اور قرآن کے تمام سورہ کے آغاز میں ہذہ السورة مدنیہ یامکیہ کی تعبیر موجود ہے ،اور علوم القرآن کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں سورے مکی اور مدنی ہونے کے ملاک اور اصول و ضوابط بھی بیان کئے ہیں ، اورمکی ومدنی ہونے کے

....

(1)کشاف ،ج1،ص1،در منثور ،ج1، دیگر تفا سیر

اصول وظوابط کا خ صہ در ج ذیل ہے :

1۔ بعض محققین نے لکھ ا ہے کہ جو آیات اور سورہ ہجرت سے پہلے نازل ہوا ہے وہ مکی ہے جو ہجرت ے بعد ن‍ازل ہ‍وا ہے و ہ مدنی ہے۔

2۔ جو مکہ میں نازل ہوا ہے وہ مکی ہے جو مدینہ میںنازل ہوا ہے وہ مدنی ہے، اور جو مکہ ومدینہ ے گرد ونواح میں نازل ہ‍وا ہے وہ بھی مدنی ہے۔

3۔جن آیات کا مخاطب اہل مکہ ہینوہ مکی ہے جن آیات کا مخاطب اہل مدینہ ہیں و ہ مدنی ہے۔

4۔ ہر وہ سورتیں جن میں سجدہ اور لفظ کا ہے وہ مکی ہے، لیکن جن سورتوں میں سجدہ اور کلمہ کا نہیں ہے وہ مدنی ہے۔

5۔ جہاں یا ایہاالناس کا خطاب ہے و ہ مکی ہے باقی مدنی ہے مر سورہ حج اس م ک اورمعیار سے خارج ہے کیونکہ۔ اس سے آخ‍ری آیہ" یاایهاالذین آمنوا ارکعوا والسجدو ا" ایا ہے اس ے باوجود اکثر عماء کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ مکی ہے نہ مدنی۔

6۔ ہر وہ سورتیں کہ جن میں انبیاء سلف ے قصے اور امم سابقہ کی کہانی اور عبرتوں پر مشتمل ہے وہ مکی ہے باقی مدنی اس م۔ ک اور قانون سے سورہ بقرہ کو خارج کیا گیا ہے۔

7۔ہر وہ سورتیں جن میں حضرت آدمؑ اور ابلیس کا قصہ بیان کیا گیا ہے وہ مکی ہے باقی سورتیں مدنی ہیں۔

8۔ ہر وہ سورتیں جن کاآغاز حروف مقطعات سے ہوا ہے وہ مکی ہے، اور وہ سورتیں جن کا آغاز حروف مقطعات سے نہیں ہوا ہے وہ مدنی ہے،[1]لیکن اگر دانشمند حضرات اور مکاتب فکر سورتوں کے مکی اور مدنی ہونے کے مسئلہ کو کڑی نظر سے غور کریں تو علمی نتائج اورمعلومات کے علاوہ عملی نتائج بھی ہیں جن پر غور کیجئے تاکہ علمی نتائج اور معلومات کے علاوہ نزول اور ناسخ و منسوخ کی تشخیص اورتعیین کے موارد میںکام آئے، لہذا اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے سورتوں کے دیگر مباحث جیسی آیات کی تعداد اور فصاحت و بلاغت کے حوالے سے کونسا سورۃ دیگر سورتوں پر پیش قدم ہے، وغیرہ کے بارے میں علوم قرآن کے موضوعات پر لکھی ہوئی مفصل کتابوں کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔[2]

تدوین قرآن کا پس منظر:

پہلا نظریہ :

قرآن کی جمع آوری کے متعلق کئی اقوال اورنظریے موجود ہیں، اور قرآن کی تدوین اور جمع آوری کا مسئلہ بہت ہی اہم مسئلہ ہے ،علوم قرآن کے مباحث میں اس بحث کو مرکزیت حاصل ہونے کے باوجود بہت سارے محققین نے اعتراف کیاہے کہ یہ مسئلہ علوم قرآن کے پیچیدہ مسائل میں سے ایک ہے جس کے متعلق امت مسلمہ کو کڑی نظر سے غور و خوض کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلام اور مسلمین تحریف اور کورکورانہ عقیدہ اور اندھی تقلید سے نجات حاصل کر سکے، کیونکہ ایک طرف سے تمام مسلمین کا اجماع ہے کہ قرآن اللہ کی

....

1.(شناخت قرآن.)

2)شناخت قرآن ص296 علی کمالی)

آخری کتاب ہے، جو بشر ے لئے تا قیام قیامت ضابطہ حیات ہے ،خود اللہ نے فرمایا :"انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون"

" ہم نے ہی قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس ے محافظ ہیں"یا دوسری آیت میں فرمایا: "ان علینا جمعہ و قرآنہ ""پیش- اس-کا جمع کرنا اور قرائت کرنا ہم پر فرض ہے"[(1)]

نیز فریقین ے علوم قرآن ے ماہرین نے کاتبین وحی ے اسامی اپنے مقالات اور کتابوں میں مفصل بیان کئے ہیں،حتی لکھا گیا ہے کہ اصحاب میں سے ای وفد کاتبین وحی ے لقب سے معروف اور مشہور تھا۔

اور بخاری اور مسلم نے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر نے کہا حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے مجھ سے فرمایا: عبداللہ قرآن کو ای مہینے میں مکمل کرو اسوقت میں نے کہا اس سے زیادہ قدرت ہو تو آنحضرت نے فرمایا ہر دس دن ے بعد مکمل کرو، میں نے کہا اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہو تو آنحضرت(ص) نے فرمایا ہر ہفتہ میں مکمل کرو اس سے زیادہ نہ کرو،[(2)]

جس سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ قرآن کی تدوین اور جمع آوری حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی حیات طبیہ میں ہوئی تھی ، نیز عین اسی کہانی کو ابو عبیدہ نے قیس بن ابی صعصعہ ے بارے میں نقل کیاہے، حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے قیس بن ابی صعصعہ سے پوچھا تم

....

(1) قیامت/17

(2)نقل شناخت قرآن ص107)

قرآن کو تنے دنوں میں ختم کرتے ہو؟ اس نے کہا چالیس دنوں میں ختم کرتاہوں[1]

اور اسی روایت کی بنا پر امام احمد بن حنبل نے کہاہے کہ چالیس دن سے زیادہ ختم قرآن میں تاخیر کرنا مکروہ ہے۔

اس روایت سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ قرآن کی پیغمبر اکرم (ص) کی زندگی میں جمع آوری اور تدوین ہوئی تھی ، بخاری اور ابو داود اورنسائی نے روایت کی ہے۔

ابو سعید ال ء نے کہا: میں جد میں نماز پڑ ا رہا ا اتنے میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے مجھے ب یا لیکن میں نے جواب نہ دیا (نماز سے) فارغ ہونے ے بعد آپ کی خدمت میں گیا اور کہا یا رسول اللہؐ میں نماز پڑ ا رہا ا، اس وقت آپ نے فرمایا ---ر اللہ نے نہیں فرمایا :" یا ایھاالذین آمنوا استجیبوا للہ و للرسول اذا دعاکم"""" یعنی اے ایمان والو جب تمہیں خدا اور اس کا رسولؐ نے ب ئے تو جواب دو " اس وقت آ ضرت(ص) نے فرمایا کیا میں تجھے ایسا کوئی سورۃ نہ بتا دو جو قرآن کا سب سے بڑا سورہ ہے،[2]اس روایت سے بظاہر معلوم ہوجاتا ہے کہ قرآن کی تدوین و جمع آوری پیامبر اکرم (ص) کی حیات میں ہو چکی تھی۔

....

(1)شناخت قرآن،ص108

(2)۔ اری،نسائی

ابن عباس سے روایت ہے، حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے پوچھا گیا کونسا عمل اللہ کی نظر میں زیادہ محبوب ہے ؟ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ قرآن کے آغاز سے آخر تک تلاوت کرنا اللہ کی نظر میں زیادہ محبوب ہے۔[1]

ان کے علاوہ بہت سی روایات بخاری اور دیگر محققین نے نقل کی ہیں کہ جن میں لفظ قرآن کی تلاوت یا قرآن جمع کرنے والے افراد کا نام مذکور ہے ایسے الفاظ سے بخوبی روشن ہو جاتا ہے کہ قرآن کی تدوین پیغمبر اکرم (ص) کے زمانے میں ہی ہوئی تھی ، اگرچہ اس زمانے کی جمع آوری کی کیفیت اور اس دور کی کیفیت میں یقینا فرق ہے۔

نیز اصحاب کے دور اور پیغمبر اکرم (ص) کے دور کی تدوین کی کیفیت میں یقینا بڑا فرق ہے. لہذا قرآن و سنت اور عقل کی رو سے واضح ہوا کہ قرآن کی تدوین اور جمع آوری حضرت پیغمبر اکرم (ص) کے زمانے میں ہوئی ہے لیکن اگر ہم قرآن کی تدوین اور جمع آوری کو حیات پیغمبر اکرم (ص) کے زمانے میں ہونے پرروایت اور بعض آیات اور عقل کی رو سے تائید ہونے کے باوجود قبول نہ کریںتو اس کا لازمی نتیجہ تحریف ہے کیونکہ پیغمبر اکرم (ص) کی وفات کے بعد کچھ اصحاب جو پیغمبر اکرم (ص) کے ساتھ اکثرو بیشتر رفت و آمد رکھتے تھے ، امامت اور خلافت کے ساتھ کھیل کھیلا ہے جو آج تاریخ اسلام کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں

....

(1)ترمذی ج3ص9

بخوبی روشن ہے، اگر پیغمبر اکرم (ص) کے دستور کے مطابق قرآن کریم بین الدفتین کتاب کی شکل میں تدوین نہ ہوتی تو آج مسلمانوں کے ہاتھوں موجود ہ قرآن کے نسخوں میں طرح طرح کے اختلافات نظر آنا چاہیے حالانکہ تمام قرآن کی کیفیت اور نسخہ کتابت اور چھاپ ڈیزائن اور جلد سازی کے علاوہ باقی تمام جہات یعنی سورتوں اور آیات کی ترتیب اورنظم و ضبط میں اختلاف نظر نہیں آتا۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ پیغمبر اکرم (ص) اپنی امت سے یہ کہیں کہ میں آخری نبی ہوں ،میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا یہ آخری کتاب ہے جس کے بعد کوئی کتاب نازل نہیں ہوگی تمہارامرجع قرآن وعترت ہے لیکن اس کی تدوین اور جمع آوری کے بغیر پیغمبر اکرم (ص) چلے جائیں کیا اسکی حفاظت کرنا ہر حوالے سے پیغمبر اکرم (ص) پر لازم نہ تھا؟ کیا پیغمبر اکرم (ص) نے اپنی ذمہ داری کوا داء کرنے میں کوتاہی کی ہے؟

کیا پیغمبر اکرم (ص) امت کے سلوک و رفتار سے واقف نہ تھے کیاپیغمبر اکرم (ص)اپنی امت کے قرآن اور امامت کے ساتھ کرنے والے سلوک اور رفتار سے آگاہ نہ تھے کیا امت محمدی مثل پیغمبراکرمؐ معصوم تھی؟ اگرچہ بہت سارے مسلمان نبی (ص)اور جانشین نبیؐ کا معصوم ہونا ضروری نہیں سمجھتے ،لیکن قرآن کی حفاظت کرنالازم سمجھتے ہیں۔

دوسرا نظریہ: حضرت علی (ع) کے ہاتھوں قرآن ں تدوین:

گذشتہ نظریہ کی وضاحت کرتے ہوئے ثابت کیاگیاہے کہ قرآن کی تدوین حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی حیات میں ہوئی تھی لیکن حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی وفات ے فورا بعد حضرت علی (ع) نے اصحاب کی وفائی اور منفعت پرستی کا عالم دیکھا تو پنی دولت سرا میں گوشہ نشینی اختیار کی جس کا مقصد قرآن کی حفاظت کرنا تھاتاکہ قرآن کو تحریف اور کمی پیشی سے بچاسکیں، چنانچہ اس مطلب کو جناب سلیم بن قیس نے پنی کتاب میںسلمان فارسی سے یوں نقل کیا ہے، جب حضرت علی (ع) نے اصحاب کی وفائی اور غداری کی حالت دیکھی تو آپ نے اپنے قیامگاہ میں گوشہ نشینی کرے قرآن کی جمع آوری اور تدوین شروع کی جبکہ اس سے پہلے قرآن متعدد صحف اور کھالوں پر لکھا گیا تھا، اورآپ ہی نے قرآن کی اس طرح تدوین کی تھی کہ جس طرح آیات ناسخہ، اور منسوخہ، تنزیل، و تاویل، عام وخاص، نازل ہوا تھا جبکہ اس وقت آپ سے بیعت لینے کیلئے خلیفہ وقت کی طرف سے پیغام بھی بھیجا گیا تھا[(1)]

نیز خصال میںمرحوم شیخ صدوق نے سلم بن قیس سے روایت کی ہے کہ حضرت علی (ع) نے فرمایا کوئی بھی آیت ایسی نہیں ہے جو پیغمبر اکرم (ص) پر نازل ہوئی ہو مر پیغمبر اکرم (ص) نے مجھ سے نہ فرمایا ہو اور میں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو نہ لکھا ہو، اور اس کی تفسیر او رتاویل مجھے یاد نہ دی ہو اس کا ناخ و منسوخ مجھے نہ فرمایا ہو، محکم و متشابہ، عام و خاص نہ بتایا ہو، اور پیغمبر اکرم (ص)

ہمیشہ دعا کرتے تھے کہ خدای حضرت علی (ع)کو اس کی حفاظت اور فہم و درک کی توفیق دے ،

....

(1)کتاب سلیم بن قیس ص81، چاپ دار الکتب

لہذا جب سے پیغمبر اکرم (ص) نے میرے لئے دعا شروع کی تب سے کوئی آیت اور حکم کومیں نے کبھی فراموش نہیں کیا ہے ۔[1]

نیز حضرت امام باقر (ع)سے روایت ہے آپ نے فرمایا : اس امت سے کوئی، قرآن کی جمع آوری اورتدوین نہیں کرسکتا مگر آنحضرت(ص) کاجانشین اوروصی۔[2]

اس طرح حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: تحقیق حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: یا علی (ع) قرآن میرے فراش کے پیچھے پڑا ہوا ہے، اس کو مصحف اور کاغذ اور حریر میںجمع ہے اس کو لوحوناور مصحف کی شکل میں جمع کرو تاکہ جس طرح یہودیوں نے تورات کو ضائع کیا اس طرح قرآن ضائع نہ ہو جائے .. حضرت علی (ع) چلے گئے اور قران کو کسی کپڑے میں لپیٹ کردولت سرا کے اندر داخل ہوئے اور فرمایا جب تک قرآن کی جمع آوری کا کام مکمل نہیں ہو تب تک میں عبا نہیں پہنوں ، لہذا بسا اوقات دولت سرا کے دروازے پرعبا کے بغیر نظر آتے تھے۔[3]

....

(1). بحار الانوار ج4

(2). بحارالانوار ج92،ص48۔

(3). بحارالانوار ،ج92،ص48

مذکورہ آیات اور احادیث سے دو مطلب واضح ہوجاتے ہیں:

الف: قرآن کی جمع آوری حضرت علی (ع) نے کی ہے چاہے پیغمبر اکرم (ص) کی حیات میں کی ہویا پیغمبر اکرم (ص) کی وفات کے بعد۔

ب: ان روایات اور مذکورہ نظریہ کے مابین کوئی تضاد اورتنافی بھی نہیں ہے کیونکہ حضرت علی (ع) نے پیغمبراکرم (ص) کی وفات کے بعد جس کیفیت پر قرآن کی جمع آوری کی ہے وہ ایک خاص کیفیت کاحامل تھا جبکہ حیات حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی جمع آوری کی کیفیت میں تنزیل و تاویل، ناسخ و منسوخ ،نزول کی تاریخ معین نہ تھی، لہذ حضرت علی (ع) نے وفات پیغمبرؐ کے بعد تدوین قرآن کی اور حیات پیغمبر اکرم (ص) کے دور میں جو جمع آوری ہوئی تھی وہ بھی حضرت کے ہاتھوں،ان سے درمیان کوئی تضاد نہیںہے کیونکہ دونوں مانو ںمیں جمع آوری علی (ع)نے ہی کی ہے ۔

مرحوم سیوطی نے ابن الفرس سے انہوںنے محمد بن سیرین سے روایت کی ہے: جب ابو بکر کی خلافت کا آغاز ہوا تو حضرت علی (ع) نے اپنی دولت سرا میں گوشہ نشینی اختیار کی ،لوگوں نے ابو بکر سے کہا کہ حضرت علی (ع) تیری اطاعت اور بیعت کرنے سے انکار کرتے ہیں ،اتنے میںابوبکر نے کسی کو بھیجا اورحضرت علی (ع) سے پوچھا آپ ابو بکر کی بیعت سے انکار کرتے ہیں؟

آپ نے فرمایا :میں اس وقت قرآن میں تحریف ،کمی اور بیشی ہونے سے بچانا اپنا فریضہ سمجھتا ہوں حتی نماز ے لئے عبا پہننے کی فرصت بھی نہیں بلکہ قرآن کی جمع آوری ے کاموں میںمصروف ہوں ،اتنے میںابو بکر نے کہا آپ تنے اچھے کام میںمصروف ہیں (1)

حضرت علی (ع) کی یرت یہ تھی کہ آپ ہر وقت حضرت پیامبر اکرم (ص) ے حضور میں رہتے تھے ،مہبط وحی میں-آپ کی تربیت پائی تھی آپ تمام اسرار با الخصوص وحی ے کاتب تھے لہذ حضرت علی (ع) ے سوا کسی اور شخص سے خدا ے حکم اورفرمان رسول (ص) ے مطابق آیات کی ترتیب اوران ے مخصوص نظم ونسق ،سیاق وسبق ،فصاحت وبلاغت ے اصول وضوابط ے ساتھ قرآن کی جمع آوری اور تدوین قرآن ناممکن تھا ، اگر چہ مورخین نے دیگر کچھ افراد کا نام جمع آوری قرآ ن کی فہرست میںعلی (ع) ے نام ے ساتھ لکھنے کی کوشش کی ہے تاکہ تدوین قرآن کی لسٹ میں حضرت ابوبکر اورحضرت عثمان کا نام بھی آئے لیکن تعصب مذہبی سے ہٹ کر علم اور ایمان کی روسے نگاہ کریں تو تدوین قرآن ے مسئلہ کو غیر معصوم افراد کی طرف نسبت دینا ناانصافی اور مسلمانوں ے عقیدہ کم ور ہونے ے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔کیونکہ ایسے افراد ے ہاتھوں قرآ ن جمع آوری ہونے کادعواکرنا جو نہ ہمیشہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے حضور میں رہتے تھے نہ وہ لوگ حقائق اوراسرار سے باخبر تھے ایسے افراد ے ہاتھوں جمع آوری قرآ ن ے قائل ہونے کا لازمی نتیجہ تحریف قرآن ے علاوہ کچھ نہیں ہے ۔

....

(1)شناخت قرآن ص111

جبکہ تمام سمانوں کاعقیدہ یہ ہے کہ قرآن تحریف سے پاک ہے چونکہ قرآن امت محمدیؐ ے لئے ضابطہ حیات ہونے سے حوالے سے قرآن کو ایسی حالت میںچھوڑ کر دار بقاکی طرف کوچ کرنا ناممکن نظر آتا ہے اورقرآن جو تمام کتب آسمانی کا نچوڑ اورخ صہ ہونے کی حیثیت سے اس کی جمع آوری کوحضرت ابوبکر جیسے عمر رسیدہ صابی ے ذمہ ڈالیں یاحضرت عثمان ے دور حکومت کوقرآن کی جمع آوری کا زمان قرار دینا الٰہی عقائد اوراصول وضوابط کم ور قراردینے ے ع وہ کچھ نہیںہے ایسی باتیںدرحقیقت پیکرا - م پر ضربت اور سمانوںکے ساتھ خیانت ے مترادف ہے ہاں یہ ہوسکتاہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان ے دور حکومت میں تدوین شدہ قرآن کی تجدید ہوئی ہو ،ایسی باتیں فضول ہیں ورنہ غفار مکہ ومدینہ کی یرت سے عالم ا م خوبی آ ہ ہے کہ حضرت پیامبر اکرم (ص) کی وفات ے بعد حضرت عثمان ے دور حکومت ے زمان میں کیا انہوں نے ا م اور سمانوں ے ساتھ کی جانے والی جانی دشمنی سے ہاتھ اٹھ لیا ،کیا ان ے ہاتھوں سے پیغمبر اکرم (ص) ے دور میں تدوین نہ شدہ قرآن کی حفاظت کا تصور ممکن ہے ؟ایس طر ای ٹکڑا کا غذ یاکپڑاکہ جن میںقرآن ستور تا یا مکتوب تا،ایسااحتمال ہی، تحریف قرآن ثابت کر نے ے لئے کافی ہے ،جبکہ پورے عالم ا م کاعقیدہ یہ ہے کہ قرآن میںتحریف واق نہیںہوئی ہے بلکہ ہمارے عقیدہ کی بنیاد پر ہرگز تحریف ے قائل نہیں ہوسکتے اورجو قرآن اس وقت سمانوںکے ہاتھوں میںموجود ہے اس میںکسی قسم کااختلاف نظم وضبط اورترتیب وتدوین ے حوالے سے نظر نہیںآتا ، یہ حقیقت کی عکاسی کرتا ہے یعنی قرآن کی تدوین خود پیغمبراکرم (ص) نے اپنے دورمیںاپنے خاص الخاص صحابہ ے ہاتھوںکی تھی ،اگرچہ پیغمبر اکرم (ص) ے بعد دیگر اصحاب ے ہاتھوںقرآن کی تدوین اورجمع آوری کی بات مذاہب اورمکاتب ے درمیان مشہور ہے ،لیکن صاحبان ذوق وشعورہستی کواس سئلہ ے بارے میں غور وخوص کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ای طرف سے ان کا عقیدہ یہ ہو کہ قرآن کی تدوین اورجمع آوری حضرت ابوبکر یاحضرت عثمان نے کی ہے دوسری طرف سے اس میں تحریف نہ ہونے ے قائل ہیں ،لہذا زمان ومکان اورحالات کی تبدیلیوں ے پیش نظر اوراصحاب ے عملی اقدام اورمنفی پالیسیوںکو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے

کہ قرآن کی تدوین اورجمع آوری ے اہم ترین سئلہ کوحضرت ابو بکر اورحضرت عثمان سے منسوب کرنا اشتباہ ہے جس پر کوئی ٹھوس دلیل نہیںہے صرف چند ای ضعیف السند روایت ے ذریعے سئلہ اعتقادی کو ثابت کرنا نا انصافی ہے لہذا اگر تاریخ میں ایک کسی ضعیف السند روایت میںتدوین قرآن کی نسبت حضرت ابو بکر یا حضرت عثمان کی طرف دی گئی ہے تو اس کو تجدید تدوین یا مرمت پر محمول کیا جانا چاہیے کیونکہ سمانوںکاعقیدہ یہ ہے کہ اعتقادی سائل کو خبر تواتر اوربر ہان یقینی ے ذریعے ثابت کرنا چاہیے ان کو خبر واحد یا ظنی الدلالۃ سے ثابت نہیںکیا جاسکتا ،لہذا اگر قرآن کی تدوین اورجمع آوری ے سئلہ کوحضرت ابوبکر اورحضرت عثمان سے ہاتھو ونے کو خبر تواتر اوربرہان قطعی الدلالۃ ے ذریعے ثابت کر سکیں تو سب سے پہلے ہم ہی قبول کریں گے کیونکہ ہم ہر وقت ہر سئلے میںدلیل ے تابع ہیں ۔مرحوم سیوطی نے اپنی گرانبہا کتاب الاتقان میں قرآن کی تدوین حضرت ابوبکر سے ہاتھوں ہونے سے متعلق دلچسپ باتیں بیان کی ہیں اسکا اگر کڑی نظر سے غور کیا جائے تو خوبی واضح ہو جاتا ہے کہ حضرت ابو بکر سے ہاتھوں اور دور خ فت میں قرآن کی تدوین ہونے پر دلالت کرنے والی روایت خبر واحد ہے جوبرہان ظنی ہے نہ تواتر اور برہان یقینی حال اینکہ تمام سمانوں کا عقیدہ ہے کہ سائل اعتقادی برہان یقینی اور تواتر ے بغیر ثابت نہیں ہو سکتے۔

جناب ابن سعد کی روایت ہے حضرت علی (ع) نے حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی وفات ے بعد قسم کھائی کہ جب میں قرآن کو بین الدفتین جمع نہ کرلوں تب عبازیب تن نہیں کروں اور آپ نے یقینا اپنے عہد کو پورا کیا۔ [1]

لہذا یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ حضرت ابو بکر اورعثمان ے دور خ فت میں قرآن کی تدوین بیان کرنے والی روایات ان دستہ روایات ے ساتھ ٹکراو نہیں رکھتیں جو حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی حیات اور حضرت علی (ع) ے ہاتھوں قرآن کی جمع آوری اور تدوین ہونے پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ حضرت ابوبکر اورعثمان ے دورحکومت میں ان ے ہاتھوں قرآن کی

....

(1)صیفات ج3ص137

جمع آوری پر دلالت کرنے والی تمام روایات خبر واحد اور ظنی ہیں جبکہ حضرت پیامبر اکرم کی حیات میں اورحضرت علی (ع) کے ہاتھونقرآ ن کی تدوین ہونے پر دلالت کرنے والی روایات متواترہ اور برہان یقینی ہیں۔

مرحوم علامہ نے کتاب تذکرہ میں فرمایاہے جو قرآن دور حاضر میں بین الدفتین میں مسلمانوں کے ہاتھوں موجود ہے یہ بعینہ وہی قرآن ہے جو حضرت علیؑ نے حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کے بعد جمع کیاتھا دیگر تمام مصاحف کو حضرت عثمان نے ختم اورنابود کردیاتھا۔

لہذا حقایق اور واقعیات پر پردہ ڈالنے کی خاطر شیعہ امامیہ کے عقائد پر حملہ کرتے ہوئے اسلامی معاشرے میں منبر رسول (ص) سے اس طرح خطاب کرنا کہ شیعہ امامیہ کے قرآن اور ہمارے قرآن میں فرق ہے، وہ موجودہ قرآن کے قائل نہیں پنہان کا قرآن حضرت علی (ع) کے ہاتھوں جمع اور تدوین ہوئی ہے، وہ ہمارے قرآن سے الگ اورمختلف ہے لہذا وہ کافر ہے، کیونکہ جو قرآن ہمارے پاس موجودہے اس کے وہ مخالف ہے !ایسی بات درحقیقت شیعہ امامیہ سے منسوب کرنا نا انصافی ہے ، اگر حقیقت اور کتاب و سنت کے بالا دستی اور مسلمانوں کے مابین یکجہتی کے خواہاں ہیں تو ضرور شیعہ امامیہ کے عقائد اور علوم قرآن کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

کاتبین وحی کاتذکرہ:

جب قرآن ے ؛ ول کا آغاز ہوا توپیٖغمبر اکرم (ص) نے سب سے پہلے اس کی حفاظت کی خاطر اپنے دور ے کاتبین کو جمع کیا۔ اور آیات قرآنی کو لکھنے اور ضبط کرنے کا حکم دیا، لہذا ؛ ول وحی ے وقت پیشتر کاتبین حضرت پیٖغمبر اکرم (ص) ے حضور میں ہوتے تھے اگرچہ پورے کاتبین کا ہونا لازمی نہ ﺗ ا بلکہ بسا اوقات فقط ای نفر یا دو نفر ہوتا ﺗ ا جو پیٖغمبر اکرم (ص) ے دستور ے مطابق آیت کی ﺗ وت اور ضبط کرتے تھے. اورعلوم قرآن ے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں معروف اور ﺷ ور کاتبین وحی افراد ذیل قرار دیئے ہیں:

حضرت علی علیہ الس م، عثمان بن عفان، ابان بن سعید، خالد بن سعید، ابی بن ﻌ ب، زید بن ثابت ، ثابت بن قیس، ارقم بن ابی، حنظلہ بن ربیّع،عبداللہ بن ابی سرح، زبیر بن عوام، عبداللہ بن رواحہ، محمد بن سلمة،عبد اللہ بن عبد اللہ ،عبداللہ بن ارقم،حنظلةالاسدی، ع ء الحضرمی، جہم بن صلت، معیقیب بن ابی فاطمہ، شرجیل بن حسنہ ان ے ع وہ اور بھی افراد کا نام مفصل کتابوں میں موجود ہے، لکن انہیں افراد میں حضرت علی - کا تب وحی ے ع وہ عہد ناموں اور رسالہ ے کاتب بھی تھے۔ [1]

ایسی روایات اور احادیث سے بخوبی واضح ہو جاتاہے کہ حضرت پیٖغمبر اکرم (ص) نے

....

(1)شناخت قرآن،ص95

قرآن کی حفاظت کیلئے پوری کوشش کی ہے،لہذا معقول نہیں ہے کہ ایسا شخص، قرآن کی تدوین اور جمع آوری کو امت کے ذمہ چھوڑ کر چلا جائے،حتی علوم قرآن کے موضوع پر لکھی ہوئی کتابوں میں کاتبین وحی نے قرآن کو بحکم پیامبر اکرم (ص) کس چیز پر تحریر کی ان کا نام بھی بخوبی واضح کیا گیا ہے۔[1] لہذا قرآن کی تدوین اور جمع آوری کے مسئلہ کے بارے میں درج ذیل نظریے موجود ہیں:

الف: حضرت پیغمبر اکرم (ص) کے دور میں جمع آوری ہوئی ہے۔

ب: حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کے بعد حضرت علی (ع) کے ہاتھوں ایک خاص کیفیت کے ساتھ قرآن کی تدوین ہوئی ہے۔

ج: حضرت ابوبکر کے دور حکومت میں قرآن کی تدوین اور جمع آوری ہوئی ہے۔

د: حضرت عثمان کے دور حکومت میں قرآن کی تدوین ہوئی ہے۔

ھ: جناب سالم یا ابی حذیفہ وغیرہ نے قرآن کی جمع آوری کی ہے۔

لیکن محققین اور پڑھے لکھے حضرات کی ذمہ داری یہ ہے کہ قرآن کی تدوین اور جمع آوری کب اور کس نے کی؟ اس میں غوروخوص کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اسلامی معاشرے میں حقیقت کی عکاسی ہو ۔

....

1۔شناخت قرآن، ص96)

نزول قرآن ی وضاحت:

نزول قرآن ے متعلق کئی آیات موجود ہیں، کبھی نزول ے متعلق انزلناہ، یا نزلناہ ،یا تنزیل، یا انزل، ے ع وہ بہت سارے الفاظ جو نزل سے مشتق ہوئے ہیں موجود ہیں ان الفاظ کی بازگشت اورمرجع دو مطلب بتایا جاتا ہے۔

1۔ قرآن مجید کو اللہ نے ای ہی دفعہ میں نازل کیا ۔

2۔ اللہ نے قرآن کو آہستہ آہستہ 23 سال ے عرصے میں نازل کیا۔

اورکچھ آیات سے نزول قرآن دفعی ہونے کا پتہ چلتا ہے جبکہ دوسرا دستہ آیات سے تدریجی ہونے کا پتہ چلتاہے ان دودستہ آیات ے درمیان بظاہر تعارض اور ٹکراو نظر آتاہے اسی لئے علوم قرآن ے ماہرین نے اس تعارض اورٹکراؤ کوبرطرف کرنے کی خاطر نزول قرآن کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

الف: دفعی

ب:تدریجی

یعنی ماہ رمضان المبارک میں قرآن، قلب حضرت پیغمبر اکرم (ص) پر اتر آیا پھر 23 سال ے عرصے میں آہستہ آہستہ ای ای آیت یاسورۃ کی شکل میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) پر نازل ہوا ،لہذاقارئین محترم سے نزول قرآن ے متعلق مفصل کتابیں جومختلف زبانوں میں لکھ اجاچکاہے ان کی طرف رجوع فرمائیں۔

نزول قرآن کا ہدف:

قرآن کی ترویج اور تبلیغ تمام سمانوں کی ذمہ داری ہے یعنی ہمیں پایئے کہ ہم قرآن ے قیمتی اور نورانی فرامین کو دنیا ے سامنے پیش کریں ۔تاکہ قرآن اورپرچم ا م کی سربلندی فرونفاق کی نابودی ہر قسم ے انحرافات اورغلط تہذیب وتمدن سے معاشرتی زندگی کو بات دے سکیں ، اگر ہم اپنی ذمہ داری پر عمل کریں اورقرآن کو اللہ نے جس مقصد اورہدف ے لئے نازل کیا ہے اس کو سمجھیں تو یقینا ہم اس دور ے جابروں ے ناپاک سازشوں اورپالیسیوں سے بات پاسکتے ہیں قرآن اللہ کی طرف سے سمانوں ے درمیان اتحاد اور یکجہتی قائم کرنے ے لئے نازل ہوا ہے قرآن کی حکمت تمام مراحل زندگی میں ضروری ہے چنانچہ خود اللہ نے فرمایا : واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولاتفرقو "اور سب ملکر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لے آپس میں جدائی نہ ڈالیں[1]

یادوسری آیہ میں فرمایا : ولاتنازعو فتفشلوا وتذھبوا"آپس میں جھگڑا نہ کرو ورنہ تمہاری قدرت اوراقدار نابود ہوجاؤگی ،[2]

اگر سمان حضرات ایسی آیات کو اپنا سرنامہ عمل قرار دے تو یقینا اللہ ے ایسی فرامین کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ سمان حضرات اتحاد اور یکجہتی کو توڑ نے اور نقصان پہ پانے والی حرکات اوررفتار سے پرہیز کرینگے لہذا نزول قرآن ے اہداف کو فہر ست وار بیان کرتے اس موضوع سے اجازت چاہیں گے ۔

1۔ قرآن دیگر کتابوں کی مانند ای کتاب معمولی نہیں ہے کہ من گھڑت داستانوں او ر کہانیوں پر مشتمل ہو بلکہ قرآن ای مکمل ضابطہ حیات ہے جسمیں انسان کو تکامل وترقی علم ومعرفت نیز اورعاقلانہ اورحکیمانہ زندگی گذار نے کی تاکید کی گئی ہے لہذا نزول قرآن ے اہداف میں سے ای ہدایت بشر ہے جسکی طرف

....

1۔عمران ۔103(2)انفال 47۔

اللہ نے اشارہ کر تے ہوئے فرمایا ہدہ للناس یا دیگر آیات میں "ھدی للمتقین" یا "اناھدینا ھ السبیل "کی نص موجود ہے۔ان آیات میں لفظ ہدایت کو کسی قید وشرط کے بغیر بیان کر کے یہ بتانا چاہتے ہیںکہ قرآن ہدایت تکوینی اورہدایت تشریعی کے لئے نازل کیا ہے جسمیںنش وتردید کی کوئی گنجائش نہیں ہے اورہدایت اس وقت قابل تصور ہے اگر ہم قرآن فہمی کی کاوشوں میںشرکت کرکے قرآن کو سمجھے ورنہ قرآن دیگر موجودات کی مانند ہے جو ہماری فلاح وبہبود ہی کے لئے خلق ہوئے ہیں لیکن ہماری نافہمی اورجہالت کی وجہ سے ان سے مستفیض ہونے سے محروم ہیں ۔

2۔ نیز قرآن کے نزول کے اہداف میںسے دوسرا ہدف بشرکی تربیت ہے چاہے اجتماعی تربیت ہو یا انفرادی تربیت جس کی طرف "ویتلو علیھم آیتنا ویزکیھم "کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے تربیت کو معاشرتی اورانفرادی زندگی میں مرکزیت حاصل ہے جس کے حصول کی خاطر طرح طرح کی زحمتیں اور مشقتیں اٹھانا پڑتا ہے قرآن واحد سرنامہ عمل ہے جو حیثیت ،تربیت کے اصول وضوابط کے بیان کرنے کے ساتھ اس کے نتائج اورعاقبت سے بھی بخوبی آگاہ کیا جارہا ہے ۔

3۔ نزول قرآن کے اہداف میںسے تیسرا ہدف تدبر اور تفکر ہے یعنی فلسفہ اورقضایا عقل سے بحث کرنے والے افراد کا کہنا ہے کہ فکر اورتدبر سے انسان دیگر حیوانات سے جدا ہوسکتا ہے ۔جسکی طرف قرآن میںشدت سے تاکید کی ہے چنانچہ فرمایا "لعلکم تتفکرون "یا تم لوگ کیوں قرآن کے بارے میں غور وفکر نہیں کرتے ہیں ایسی آیات تفکر وتدبر کی اہمیت کو بیان کرنے کے ساتھ تدبر وتفکر کے آثار سے بھی آگاہ کیا ہے ۔

4۔ نزول قرآن کے اہداف میںسے چوتھا ہدف عبرت بتائی جاتی ہے چنانچہ قرآن میں آدم سے لیکر خاتم تک کی امتوں کی عبرت ناک منفی اورمثبت حالات کو بیان کرکے ہمیں ان سے عبرت لینے کا درس دیتا ہے کبھی قوم لوط کا تذکرہ ، کبھی قوم ہود کاتذکرہ کبھی آدم کے فرزندان کی حالات کبھی حضرت خاتم کی امت کا تذکرہ کرکے ہمیں عبرت لینے کا حکم دیا ہے ۔

5۔نزول قرآن کے اہداف میںسے پانچواں ہدف اخلاق حسنہ سے بشر کو مزین اور رزیلہ واخلاق سیئہ سے نجات دینا ہے چنانچہ امام خمینیؒ کا فرمان ہے کہ قرآن کی تمام آیات سے چاہے اقتصادی مسائل سے مربوط ہو یا فقہی ہر ایک سے اخلاقی کوئی نہ کوئی نکتہ سمجھ میں آتا ہے ۔

6۔نزول قرآن کے اہداف میںسے ایک لوگوں کو بصیرت اور حکیمانہ وعالمانہ زندگی گذار نے کی تاکید کرتا ہے تاکہ معاشرے میں وہ حرکتیں انجام نہ دے ،جو منفی اور لوگوں کو منفی اور تنزل کی طرف لے جاتا ہے ۔

7۔ نزول قرآن کے اہداف میں سے ایک معاشرے میں عدالت اورانصاف کو رواج دینا ہے ،اور ظلم وبربریت کو نابود کرنا ہے ، چنانچہ کئی آیات میں نظام اسلام کے قیام کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرمایا : یقوم الناس با القسط "

8۔ قرآن کے آنے کے اہداف میں سے ایک اس دور کے ناپاک سیاسی اور منفی پالیسیوں کے خلاف مسلمانوں کو متحد ہونے کی دعوت ہے تاکہ فرق مسلمین "انما المؤمنون اخوۃ" کے ساتھ زندگی گذار سکیں۔

9۔ قرآن جامع ترین کتب آسمانی کی حیثیت سے دعوت دیتا ہے کہ ہر انسان ے مقررہ حقوق کی رعایت کریں حتی حیوانات اور درخت وشجر ے مقررہ حقوق کی رعایت کرنے کی شدت سے تاکید کرتا ہے چنانچہ کئی آیات میں صاف الفاظ میں بیان کیا ہے۔

10۔ قرآن نازل ہونے ے اہداف میں سے ای مادی اورمثالی اورابدی زندگی کو سعادت اور آباد کرنے کی گذارش کرتا ہے ، ان ے ع وہ اور بھی اہداف واضح الفاظ میں بیان کیا ہے ،ان ے پیش نظر قرآن کو فقط اموات ے ایصال ثواب ے فاتحہ خوانی یا شادی ے وقت ختم قرآن ے لئے یا دیر معمول امور میں منحصر کرنا ہماری جہالت ے ع وہ کچھ نہیں رب العزت سے اس ناچیز کاوش پر امام زمانہ (ع) کی تائید ے خواہاں ہوں۔

قرائت قرآن کی اجمالی وضاحت:

علوم قرآن ے مہمترین اور پیچیدہ ترین مسائل میں سے ای قرائت قرآن سمجھا جاتا ہے، جس ے متعلق بہت سارے محققین نے مقالے کتابیں لکھی ہیں،لہذا شاید اس ے بارے میں مزید قلم اٹھانا تحصیل حاصل ے مترادف ہو لیکن ہماری اس ناچیز زحمت ے ہدف ے حصول کی خاطر قرائت قرآن کی طرف بھی اشارہ کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتا ہوں کیونکہ ہمارے استاد محترم علوم قرآن ے ماہر آقای رجبی جو عرصہ دراز سے موسسہ امام خمینی ے علوم قرآن ے مدیر ہونے ے ع وہ حوزہ علمیہ قم میں علوم قرآن کا سپیشلسٹ سمجھا جاتا ہے، انہوں نے مؤسسۃ امام خمینی میں دیئے ہوئے اپنے لکچرز میں کئی مرتبہ فرمایا جب تک علوم قرآن سے تمام مسائل سے اجمالی بحث نہ کریں تب تک علوم قرآن کی ضرورت کا احساس نہ ہونے ے باوجود اس کی افادیت سے فیضیاب نہیں ہوسکتے ، لہذا قرائت قرآن کا مختصر خاکہ قارئین ے گوش گزار کرنے میں آسانی ہونے ے ع وہ قرآن ے افہام و تفہیم ے مرحلے میں مشکل پیش نہیں آتی۔

حقیقت قرائت قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے بہت سے عماء نے فرمایا قرائت یعنی قرآن ے کلمات اور الفاظ کو اس طرح پڑھنا جس طرح حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے ت وت کی ہے۔

یا دوسرے الفاظ میں قرائت قرآن یعنی قرآن ے کلمات اور الفاظ کو ان ے مخارج اورلہجے ے ساتھ پڑھنا ۔

لیکن ہمارا مقصد قرائت قرآن کی طرف اجمالی اشارہ کرنا ہے لہذا قرائت ے معنی لغوی اور اصط حی سے ہٹ کر دیـ‍ـر کچـ‍ـھ ایسے مطالب کی طرف اشارہ کردوں جو قرائت قرآن سے وابستہ ہیں کیونکہ تمام سمانوں ے درمیان اجماع ہے کہ قرآن کریم ے کلمـ‍ـات اور الفاظ میں سے بعض کی قرائت یقینا مختلف ہے اور مخارج ے ساتھ کتابوں میں نقل کیا گیا ہے، حتی علوم قـ‍ـرآن ے موضـ‍ـوع پـ‍ـر لکھی ہوئی بہت سے کتابوں میں قراء سبعہ یا قراء عشرہ یا قراء اربعہ عشرہ ے عنوان سے ان ے اسامی گرامی بھی نقل یۓ گـئے ہـ‍ـیں، چنانچہ قراء سبعہ کانام صاحب حدایق نے اس طرح بیان کیا ہے:

(1)عبداللہ بن عامر (2) عبداللہ بن کثیر (3) عاصم (4) ابو عمرو بن ال ء (5) حم ہ بن زیات (6) نا ع (7) الکسائی۔

البتہ علم قرائت کا سلسلہ شروع ہونے ے بعد اصاب ے دور میں افراد ذیل کی قرائت معروف اور ش ور تھی۔(1) حضرت علیؑ (2) عثمان (3) ابن عب (4) زید بن ثابت (5) عبداللہ بن عود (6) ابو الدرداء (7) ابو موسی ۔

اور اصاب کا دور ختم ہونے ے بعد لفظ قراء ، قراء سبعہ یا قراء عشرہ یا قراء اربعہ عشرہ انھی افراد ے لئے لقب ے طـ‍ـور پـ‍ـر استعمال ہونے لگا یعنی کلمہ قراء سے ہمیشہ انہیں افراد کی طرف تبادر ہوتا ت ا، لہذا سمانوں ے مابین اختـ ف ہے کہ ان قرائت مـ‍ـیں سے کونسی قرائت صحیح ہے ، کونسی غلط ،کیا ان تمام قرات ے ساتھ نماز پڑھنا صحیح ہے یا نہ۔

اس سئلہ ے بارے میں اہل سنت ے محققین میں سے ای جماعت کا کہنا ہے کہ قرائت سبعہ حضرت پیغمبر اکرم (ص)سے ہم تک تواتر ے ساتھ پ ونچی ہے حتی جناب سبکی نے مناہل العرفان میں فرمایا ہے قرائت عشرہ ہم تک تواتر ے ساتھ پ ونچی ہے۔ (1)

جناب مفتی البو د الندلیسہ ابو سعید فرج ابن لب کا کہنا ہے کہ جو قرائت قراء سبعہ کو تواتر ے ساتھ ہم تک پ-ونچے سے ا-نکار کرے تو وہ کافر ہے، (2)

نیز ہمارے مذہب ے عماء میں سے کچھ مجتہدین کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ قرائت سبعہ ہم تک تواتر ے ساتھ پ-ونچی ہے جیسے شہید اول نے کتاب ذکری میں جناب محقق شیخ علی، مرحوم جندی وغیرہ نے فرمایا قرائت س-بعہ ہ-م ت-ک ت-واتر ے س-اتھ پ-ونچی ہے۔(3)لیکن مذہب تشیع کی نظر میں معروف اور مشہور نظریہ یہ ہے کہ قرائت سبعہ تواتر ے ساتھ ہم ت-ک نہ-یں پ-ونچی ہے بلک-ہ انہیں قرات میں سے بعض قرائت قاری کا خود ساختہ ہے بعض ان کا اجتہاد ہے بعض قرائت اگرچہ حض-رت پیغمب-ر اک-رم (ص) سے منقول ہے

....

(1)مناہل العرفان ص433

(2)مناہل العرفان ص428

(3)حدایق ج8ص95

لیکن نہ تواتر ے ساتھ، بلکہ باالاحاد منقول ہے ، اور اسی نظریہ کو اہل سنت ے محققین میں سے ای گروہ نے بھی اختیار کیاہے۔

چنانچہ مرحوم فخررازی نے نظریہ اول کو اپنی گرانبہا کتاب میں نقل کرنے ے بعد فرمایا: اتفق الاکثرون علی ان القرات المشہورة منقولة بالتواتر وفیہ اشکال لان..... یعنی اکثر عماء کا اجماع ہے کہ شہور قرائت تواتر ے ساتھ نقل کی گئی ہے اس میں اشکال ہے کیونکہ اس نظریہ ے قائل ہونے کی صورت میں ترجیح بہ مرجح لازم آتا ہے، جو عقلا ممکن نہیں ہے۔[1]اگرچہ ہمارے عماء میں سے جیسے شہید ثانی وغیرہ قرائت سبعہ تواتر ے ساتھ نقل ہونے ے طرفدار ہیں جناب فخر رازی ے اشکال کا جواب دیتے ہوئے فرمایا :

لیس المراد بتواترھا ان کل ما ورد متواتر بل المراد الخصار المتواتر الان فی ما نقل۔[2]

قرائت سبعہ تواتر سے منقول ہونے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ ان قرائت میں سے ہر ای تواتر سے ہم تک پہنچی ہو بلکہ اس کا مقصد ہے کہ اب جو قرائت نقل کی گئی ہے انہیں میں تواتر، منحصر ہے لیکن حقیقت میں اس طرح توجیہ کرے جواب دینا ظاہر کلام ے مخالف ہے ۔

....

(1)حدایق ج8 ص97) (2)حدایق ج8ص97

لہذا یہ نظریہ اگرچہ اکثر اہل تسنن اور اہل تشیع کے برجستہ عماء میں سے ایک جماعت کا نظریہ ہے . لیکن اس کی حجیت پر کوئی ٹھوس دلیل نظر نہیں آتی ہے،کیونکہ تواتر کے دعویدار سنّی ہیں، جس پر ٹھوس دلیل عقلی اور نقلی نہ ہونے کی وجہ سے ان کی بات قبول نہیں کرسکتے ۔

ثانیاً:خود اہل سنت کی پوری ایک جماعت نے اس نظریہ کو رد کیا ہے ۔

ثالثا: پہلے نظریہ کے طرفدار اپنی بات کو ثابت کرنے کیلئے اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا : "ان القرآن قد نزل علی سبعه احرف کلها شاف واف"۔[1]قرآن سات حروف پر نازل ہواہے جو تمام صحیح ہے اور کافی ہے۔اور اس طرح کی ایک اور روایت جناب صدوق نے نقل کی ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا:ان الله یامرک ان تقراء القرآن علی حرف واحد فقلت یا ربّ وسع علی امتی فقل ان الله یأمرک ان تقراء القرآن علی سبعه احرف[2]

"تحقیق اللہ نے تجھے قرآن کو ایک حرف پر پڑھنے کا حکم دیاہے. اس وقت میں نے اللہ سے درخواست کی پالنے والے میری امت پر(رحم فرمایا) انکو تلاوت قرآن پر توسعہ فرما، اس کے جواب میں اللہ نے فرمایا: آپ قرآن کوسات حرف پر تلاوت کرسکتے ہیں۔

....

(1) تفسیر طبری، ج1، ص9) (2)خصال ج2،ص11)

ان روایات اور ان کی مانند دیگر تمام روایات کا جواب یہ ہے کہ یہ سند کے حوالے سے ضعیف ہونے کے علاوہ مجمل ہے ، ان تقراء القرآن علی سبعة احرف کا مختلف قرائت کے ساتھ پڑھنا مقصود ہے، یا کیا ہے واضح نہیں ہے۔

اس کے علاوہ مرحوم ثقۃالاسلام کلینی نے روایت کی ہے حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا: ان القرآن واحد منزل من عند الواحد و لکن الاختلاف من قبل الرواۃ.[1] قرآن ایک ہے جو ایک ہی کی طرف سے نازل ہواہے لہذا اگر اختلاف اور متعدد نظر آئے تو یہ راویوں کی طرف سے ہے۔روایت مطلق ہے جسمیں ہر اختلاف اور تعدد شامل ہے ، حتی قرائت کا اختلاف اور تعدد بھی۔

نیز سند صحیح کے ساتھ کلینی نے روایت کی ہے فضیل بن یسار نے کہا : میں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے پوچھا: ان الناس یقولون نزل القرآن علی سبعة احرف فقال کذبوا اعداء الله و لکنه نزل علی حرف واحد من عند واحد.[2] تحقیق لوگ کہا کرتے ہیں کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے (کیا یہ صحیح ہے) آپ نے فرمایا: اللہ سے بغض رکھنے والے جھوٹ بولتے ہیں کیونکہ قرآن ایک ہی

ہستی کی طرف سے ایک ہی حرف پر نازل ہوا ہے۔ان دو، روایتوں کو

....

1)الوافی، ج5،باب اختلاف القراء ات)(2)الوافی، ج5

نقل کرنے ے بعد مرحوم محدث کاشانی نے فرمایا:ٔ ل علی حرف کامعنی یہ ہے کہ قرات میں سے فقط ای صحیح ہے ۔

صاحب وافی نے مذکورہ دوحدیثوں کو نقل کرنے ے بعد فرمایا :ان احادیث سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرائت فقط ای- صحیح ہے، جو بھی قرائت ہے وہ اہل بیت ؑ کی قرائت ے مطابق ہے، لیکن اس کی قرائت ہمارے دور میں شخص نہیں ہے۔

لہذا ان مطالب ے پیش نظر حضرت آیۃ اللہ العظمی خوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا قرائت قرآن تواتر ے ساتھ ثابت نہیں ہے اورمرحوم سیوطی اور قاضی ے نظریہ کو واضح الفساد قرار دیتے ہوئے کہا کہ قرا سبعۃ تواتر ے ساتھ نقل ہونے کا نظریہ صحیح نہ ہونے پر دلیل قطعی ہے۔(1)

ان نکات کی بناء پر قرائت سبعہ با تواتر ہم- پ وچنے کی بات قبول نہیں کر سکتے ہیں، لہذا ہم اپنی بات کی م ید استحکام کی خاطر اختلاف قرائت ے عوامل و اسباب کی طرف اشارہ کرینگے۔

1۔ کچھ اسباب و عوامل کو غیر اختیاری اور قہری سمجھا جاتا ہے جس کی بازگشت حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے دور کی طرف ہوتی ہے لہذا کہا جا سکتا ہے جو قرائت پیغمبر اکرم (ص) ے دور میں

....

(1)البیان، ج1 ص 124 .بیروت

معمول تھی، اس دور میں قبیلے مختلف ہونے کی وجہ سے ہر ای   کا منصوص لہجہ اور لحن ہوا کرتا تہ ا لہذا حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے بارہا فرمایا تم قرآن کو فصیح ترین لحن اورلہجے میں تلاوت کرو۔

اور فارابی کا کہنا ہے: كانت قريش اجود العرب اتقا لا فصيح من الالفاظ و اسهلها على اللسان عند المنطق و احسنها مسموعا و [1] قریش ،عرب قوموں میں سے رفتار میں نیکو ترین بولنے میں فصیح ترین الفاظ کی ادائگی میں آسان ترین سننے مینبہترین   یرت ے عادی تھے۔

اور عرب اقوام میں قریش فصاحت ے حوالے سے بنی سعد زبان کی   متی ے اعتبار سے معروف اور شہور تہ ا،لہذا شاید اسی وجہ سے حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے فرمایا: "انا افصح العرب بيد اني من قريش و اني نشأت في بني سعد بن بكر "[2]

"میں عرب میں فصیح ترین ہستی ہوں کیونکہ میرا تعلق قریش سے ہے اور میرا نشو و نما بنی سعد بن بکر ے قبیلے میں ہوا ہے"

اور قرآن کی آیات اور الفاظ فصیح ترین اور بلیغ ترین تر یبات ے ساتھ نازل ہوئی ہیں جبکہ اقوام عرب ،مختلف لحن ولہجے ے مالک تھے جسکو ادبی کتابوں میں مختلف قبیلوں

....

(1)کتاب الالفاظ والحروف

(2)۔ ار الانوار، ج17،ص158

کا لحن یا لہجہ دلیل اور برہان ے طور پر نقل بھی کیا گیا ہے۔

لہذا فصیح ترین کا م کو جب حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے اقوام عرب میں سے کم از کم مکہ و مدینہ ے عرب زبان والوں کی خدمت میں تلاوت کی اور یاد کرنے کی سفارش ے ساتھ ہمیشہ تلاوت کرنے کی تاکید کی اس اختلاف لحن اورلہجے کی بنا پر قرآن کی قرائت میں بھی اختلاف لحن اور لہجہ عام ہو گیاہے۔

2۔ اختلاف کی دوسری وجہ حفاظ قرآن یا محافظین قرآن کی حفاظت اور ثبت و ضبط کی نارسائی بتایا جاتا ہے۔

یعنی بسا اوقات کوئی مسلمان مدینہ میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے کوئی آیہ سنتے تھے اسو قت معمول یہ تھا کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے سنی ہوئی آیت کو دوسرے مسلمانوں کی خدمت میں پیش کریں، اس وقت مسلمان عین وہ الفاظ جو مخصوص ہیات اور شکل و صورت میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے سنا تھا وہ فراموش کرتے تھے اس کی مانند اور شبیہ دوسری ہیئت اور لحن پر پیش کرتے تھے. اور حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے ایک روایت بھی منقول ہے جو اسی مطلب کی عکاسی کرتی ہے:"و کلها شاف کاف ما لم یختم آیة عذاب برحمة و آیة رحمة بعذاب کقولک هلمّ و تعالی"[1]

....

(1)شناخت قرآن ص134

وہ تمام قراات صحیح اور کافی ہیں جب تک آیت رحمت آیت عذاب میں اور آیت عذاب آیت رحمت میں مختلف قراءت کی وجہ سے نہ بدل جائے؛نیز رسم الخط اور علامت و اعراب گذاری کی وجہ سے بھی اختلاف واقع ہوا ہے جسکی مثالیں علوم قرآن کی کتابوں میں وافر مقدار میں موجود ہیںرجوع کیجیے۔

3۔ اختلاف کی تیسری وجہ کاتبین اورنساخ کافراموش اور سہو بتایا جاتا ہے۔

چنانچہ زبیر نے ابان بن عثمان سے پوچھا المقیمین کے نون پر فتحہ کیوں آیا ہے؟ ابان نے جواب میں کہا یہ کاتبین کی فراموشی اور خطاء کا نتیجہ ہے، نیز عین اسی مطلب کو عروۃ بن زبیر نے عایشہ سے نقل کیاہے، ایسے اسباب اور عوامل کو غیر اختیاری اور قہری بتایا جاتا ہے جن کے نتیجے میں قرائت قرآن متعدد اور مختلف ہو چکی ہے۔

عمدی اور اختیاری اسباب:

قرائت قرآن کے مختلف ہونے کے اسباب میں سے ایک عمدی اور اختیاری بتایا جاتا ہے جس کے بارے میں علوم قرآن کے محققین نے تفصیلی گفتگو کی ہے پھر بھی کچھ اشارہ کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں تاکہ قارئین محترم کی تشنگی کو بجھا سکیں، عمدی اور اختیاری اسباب سے مراد لیا جاتا ہے کہ قرآن کے واضح اورروشن دستور کو اپنے مفادات اور اغراض کی خاطر تلاوت قرآن اور قرائت قرآن میں تبدیلی لائی جاتی ہے تاکہ فاعل کو مفعول یا مفعول کو فاعل یا دیگر وجوہ کی شکل میں پیش کرسکیں۔

اسی وجہ سے ہر علم میں مختلف مذاہب اور مکاتب فکر وجود میں آئے ہیں جیسے ابوعبید نے کتاب فضائل میں ابن جریر نے تفسیر میں، ابو شیخ محمد بن عب قرظی اور حاکم ستدرک نے اسامہ سے ان ونے محمد بن ابراہیم التمیمی سے نقل کیا ہے کہ جناب عمر نے آیت ذیل کی قرائت اس طرح کی:

"السابقون الاولون من المهاجرين والانصار" یعنی کلمۃ انصار کو مرفوع پڑھا تاکہ سابقون پر عطف کرسکیں نہ مہاجرین پر، اور والذین میں واو عاطفہ کو حذف کرے والذین کو انصار اور مہاجرین پر عطف کرنے کی بجائے الذین پڑھکر انصار کیلئے صفت قرار دی ہے۔

جبکہ باقی قراء نے" والانصار والذين التّبعوا" کی شکل میں قرائت کی ہے یعنی الانصار کو مکسور الذین کے اوپر واو عاطفہ کے ساتھ قرات کی ہے ،ایسی قرائت کا سبب عمدی اور اختیاری تھا چونکہ ذاتی مفادات کو فروغ دینے کی خاطر اس طرح تلاوت کی ہے تاکہ سابقون انصار پر عظمت حاصل نہ کرسکیں اور تابعین کے نام سے ایک گروہ کو انصار کی عظمت اور فضیلت میں شریک قرار نہ دے سکیں، اس داستان اور کہانی کے پس منظر کو جناب بلاغی نے مقدمہ تفسیر الاء الرحمن میں یوں نقل کیاہے۔

جب زید بن ثابت نے عمر کی خدمت میں عرض کیا الانصار اور والذین دونوں المہاجرین پر عطف ہیں تو جناب عمر تعجب سے ساتھ زید بن ثابت سے کہنے لگے میں نے گمان کیا تھا کہ سابقیت مہاجرین کا منصوص کوئی منصب ہے،زید بن ثابت نے کہا والذین واو عاطفہ سے ساتھ پڑھنا صحیح ہے. جناب عمر نے اس کی بات نہیں مانی بارہا بغیر واو عاطفہ قرائت کرتا رہا، اس وقت زید بن ثابت نے کہا جناب خلیفہ دانا تر ہیں، جناب عمر نے ابی بن کعب کو بھیجا اس سے بغیر واو قرات کی تصدیق کروانا چاہیے مگر ابی نے بھی والذین واو عاطفہ سے ساتھ قرائت کی پھر بھی جناب عمر نے نہیں مانا اور جناب عمر نے قرائت سے وقت جناب ابی بن کعب سے اشارہ بھی کیا اور کہا میری قرائت کی تصدیق کرو اس وقت ابی نے کہا خدا کی قسم اللہ سے رسولؐ نے ہمیں والذین کی شکل میں تلاوت کر کے بتایا ہے لیکن آپ بہت بڑے اشتباہ سے شکار ہے اس وقت عمر نے کہا فنعم اذن۔ (1)

لہذا کہا جا سکتا ہے کہ قرائت قرآن کی صورتحال مختلف ہونے سے اسباب عمدی میں سے قوی ترین اسباب سیاسی، کلامی اور مذہبی اور عملی انگیزہ بتایا جاتا ہے،لہذا مصاحف عثمانی کو نقطہ اور اعراب سے بغیر لکھا گیا تھا تاکہ مختلف قراء ات کو جائز اور درست قرار دے سکیں(2)

حتی اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مصاحف عثمانی کو عبدالملک بن مروان سے دور حکومت تک بغیر نقطہ و اعراب سے رکھا گیا اس سے دور میں حجاج بن یوسف کو جو عراق

....

(1)شناخت قرآن، ص139) (2)تاریخ عرب قبل الاسلام ج 8 ص 186)

کا حکمران تھا مصاحف عثمانی کو نقطہ گذاری کرنے کا حکم ہوا اس نے دو ہستیوں کو بنام نصر بن عاصم اور تحیي بن یعمر کے ذمہ پر ڈالا یہ دونوں ابوالاسود دیلی کے شاگرد تھے۔

نیز لکھا گیا ہے کہ جس مصحف میں تحریف ہونے کا خوف پیدا ہوا تو عبدالملک کے دور میں ابوالاسود دیلی کے بعد خلیل بن احمد نے نقطہ گذاری ، علائم ہمزہ تشدید (اشمام) دیگر حرکات کے کاموں کو مکمل کیا۔[1]

لہذا قرااات مختلف ہونے کے وجوہات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قارئین محترم مفصل کتابوں کی طرف رجوع کریں تاکہ حقیقت کی عکاسی ہو اور نماز جیسی عبادات میں ہر قرائت کو عملی جامہ پہنانے کی صورت میں نماز اور عبادات کی صحت یا عدم صحت کو بیان کرسکیں۔

اقسام قرات:

سیوطی مرحوم نے ابن الجزری سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ قرائت قرآن کے کئی اقسام ہیں، جیسے: متواتر، مشہور، آحاد، شاذ، موضوع ،و مدرج[2]

لیکن قرااات قرآن کواس طرح تقسیم کرنا تقسیمات منطقی کے اصول و ضوابط سے دور نظر آتا ہے کیونکہ علوم قرآن کے مباحث میں قرائت سبعہ یا قرائت عشرہ یا قرائت

....

(1)وفیات الاعیان (2)اتقان

اربعہ عشرہ متواترہ ہونے اور نہ ہونے ے بارے میں محققین ے درمیان اختا ف ہے بعض محققین کا عقیدہ یہ ہے کہ قرائت سبعہ متواتر ہے بعض کاعقیدہ یہ ہے قرات شورہ ہے متواترہ نہیں ہے لہذا دیر اقسام کی طرف تقسیم کرے ہر قرائت کواس مباحث میں شامل کرنا صحیح نہیں ہے یعنی قرائت سبعہ تواتر ے ساتھ ہم تک پ ونچی ہے یا قرائت سبعہ فقط شور ہے، تواتر ے ساتھ ثابت نہیں ہے۔

اس سئلہ ے بارے میں چنانچہ پہلے بھی اشارہ کیاگیا کہ مرحوم آیۃاللہ خوئی کہ جس ے بارئے میں ہمارئے استاد محترم حضرت ایت اللہ العظمی وحید حفظہ اللہ کی تعبیر یہ ہے کہ ایت اللہ الخوی فحل الفوحل عصرہے، اور دیر اکثر عماء تشیع اور بعض عماء اہل تسنن کا عقیدہ یہ ہے کہ قرائت سبعہ ہم تک با تواتر نہیں پ ونچی ہے بلکہ فقط شور ہے جس کی دلیل کی طرف بھی اشارہ کیاگیا ہے، لیکن اس نظریہ ے مقابل میں اہل تسنن ے اکثر عماء تواتر ے قائل ہیںجبکہ ہمارے مذہب ے برجستہ عماء میں سے مرحوم سید محمد طباطبائی صاحب مفاتیح الاصول نے اپنی کتاب میں فرمایا قرائت سبعہ ے بارے میں تین نظریے ہیں:

الف:قرائت سبعہ عین وہی قرائت ہے جو حضرت جبرئیل نے حضرت پیغمبر اکرمؐ کو پیش کیا تھا یہ قرائت ہم تک بتواتر پ ونچی ہے،جس ے قائلین افراد ذیل ہیں:

ابن مطہر، ابن فہد محقق ثانی، شہید ثانی، حر عاملی، نیز فخر رازی نے بھی کہا ہے کہ اکثر عماء و مجتہدین اس نظریہ ے قائل ہیں،جس کو ہم نے پہلے مفصل طور پر بیان کئے ہیں۔

ب: بعض محققین نے تفصیل دی ہے قرائت سبعہ میں سے کچھ متواترہ ہے جیسے ملک و مالک ، جبکہ مد اور تخفیف امالہ اور ہیات لفظ متواترہ نہیں ہے، اس نظریہ کو شیخ بہائی ، عضدی اور ابن حاجب وغیرہ نے بھی پسند کیا ہے۔

ج: قرائت سبعہ چاہے ہیات لفظ سے مربوط ہو یا جوہر لفظ، کوئی بھی قرائت متواترہ نہیں ہے. جس کے قائلین افراد ذیل ہیں:

شیخ طوسی، نجم الائمہ، جمال الدین خوانساری، سید نعمت اللہ جزائری، شیخ یوسف بحرانی، سید صدر الدین، ابن طاوس، حرفوشی، زمخشری، رازی، آیت اللہ خوئی، کے علاوہ بہت سارے دیگر علماء بھی اسی نظریہ کو پسند کئے ہیں۔[1]

لیکن چناچہ ہم نے پہلے بھی مفصل بحث کر چکے ہیں کہ پہلے نظریے اور دوسرے نظریے کی صحت پر کوئی ٹھوس دلیل عقلی اور نقلی نہ ہونے کی وجہ سے تیسرے نظریے کو قبول کرنے پر مجبور ہیں جسکی صحت پر پہلے کئی روایات نبویؐ اور معصومینؑ کی طرف اشارہ کرنے کے باوجود حضرت آیت اللہ العظمی خوئی و فخر رازی وغیرہ نے دلیل عقلی بھی قائم کرنے کی کوشش کی ہے۔

البتہ قرائت سبعہ متواترہ نہ ہونے کا لازمہ یہ نہیں ہے کہ نماز میں قرائت سبعہ کی

....

(1)تبیان ج1، سعد السعود ص181، شناخت قرآن ص 174)

ت وت جائ نہیں ہے کیونکہ طرفین ے عماء اورمجتہدین نے فتوے دیے ہیں کہ قرائت سبعہ میں سے کوئی بھی ہو نماز میں مجـ ی اور جائ ہے،جس کی ٹھوس دلیل آئمہ اطہار کی تائید بتایا جاتا ہے یعنی معصومین ے زمان میں قرائت سبعہ میں سے ہر ا قرائت ے ساتھ اصاب پیغمبر اکرم (ص) اور تابعین نماز پڑھتے تھے، معصومین بھی خوبی اس سلسلہ سے ا ہ تھے، لیکن منع نہیں کیا، لہذا ہمارے زمانے میں قرائت سبعہ میں سے جس کی قرائت نماز میں ا ام دے تو نماز صحیح ہے اور جائ ہے۔

شان نزول ی وضاحت:

قرآن کی آیات کو سبب ز ول ے حوالے سے تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

الف: کچھ آیات اس طرح کی ہیں جو کسی حادثہ اور سبب ظاہری ے بغیر اللہ ہی نے مصالح و مفاسد کی بنا پر نازل کیا ہے جیسے سورہ اقراء کہ سب سے پہلے نازل شدہ سورہ اور آیت بتایا جاتا ہے جس ے ز ول ےلئے سوی مصالح اور مفاسد باطنی کوئی سبب خارجی نظر نہیں آتا ۔

ب: کچھ آیات اس طرح کی ہیں جو کسی حادثہ اور سبب ظاہری کی وجہ سے نازل کی گئی ہےں جیسے سورہ براۃ سورہ منافقون اور وہ آیات جو اہل بیت کی شان میں نازل ہوئی ہیں ۔

ج: کچھ آیات اس طرح کی ہیں جو کسی سوال و جواب کی وجہ سے نازل ہوئی ہیں۔

اسباب نزول کی معرفت اور شناخت حاصل کرنا علوم قرآن کے مسائل میں سے ایک اہم مسئلہ ہے کیونکہ فہم قرآن اور تفسیر قرآن کے مہم مسائل میں سے ایک شان نزول کی معرفت بتائی جاتی ہے ، لہذا بہت سے محققین نے اسباب نزول کی معرفت کی اہمیت کے بارے میں تاکید کی ہے جیسے:واحدی نے کہا آیت کی تفسیر، شان نزول کی معرفت حاصل کئے بغیر ممکن نہیں ہے۔

جناب ابن دقیق العبد نے کہا، شان نزول کی معرفت اور شناخت حاصل کرنا فہم قرآن اور افہام و تفہیم قرآن کیلئے بہت ضروری ہے۔

ابن تیمیہ نے کہا: شان نزول کی معرفت اور شناخت فہم معانی قرآن کےلئے سبب ہے اس کے بغیر فہم معانی قرآن ناممکن ہے ،کیونکہ سبب کے بغیر مسبب کا حاصل ہونا محال ہے۔

لہذا شان نزول کی شناخت حاصل کرنے میں درجہ ذیل افادیت پوشیدہ ہے :

الف: فہم معانی قرآن کا سبب بنتا ہے۔

ب: جن افراد کی شان میں آیات نازل ہوئی ہیں چاہے ان کی مذمت اور عقاب کے بارے میں ہو نیا مدح و ثناء کے بارے میں ان کی شناخت اور معرفت حاصل ہوتی ہے، جو نئی نسلوں کےلئے بہترین عبرت ہے۔

ج: یہ آیات اور سورے جن افراد اور اسباب کی وجہ سے نازل ہوئے ہیں وہ انہیں کے ساتھ مخصوص نہیں ہیں بلکہ جن افراد میں وہ خصوصیت اور اسباب موجود ہوں چاہے زمان حال میں ہو یا زمان آیندہ یا گذشتہ ہر ایک ان آیات کا مصداق بن سکتا ہے،یعنی علم اصول میں ایک مکمل بحث ہے ،کیا سبب نزول آیت اورحکم کی تخصیص کا سبب بن سکتا ہے یا نہ ،جس میں اکثر علماء اصولین کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ تخصیصی حکم او رآیت کا سبب نہیں بن سکتا ۔

چنانچہ شیخ طوسی نے سورہ آل عمران، آیت نمبر 199 کی شان نزول کو نجاشی ذکر کرنے کے بعد فرمایا: اگرچہ اس آیت کا سبب نزول نجاشی ہی ہے لیکن آیت اس کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اہل کتاب میں سے جو بھی ایمان لایا وہ آیت کا مصداق ہے، کیونکہ شان نزول مخصوص ایک فرد یا ایک طبقہ ہونے سے ،آیت کو اس کے ساتھ مخصوص کرنا لازم نہیں ہوسکتا ۔[1]نیز ابو القاسم ، ابو مسلم اور قاضی نے کہا آیت کا کسی خاص سبب کی وجہ نازل ہونا اس کے ساتھ مخصوص ہونے کا سبب نہیں بن سکتا بلکہ آیت کو عام پر حمل کرکے ہر وہ افراد مراد لے سکتے ہیں کہ جن میں اس کی خاصیت پائی جاتی ہے۔[2]

حضرت آیت اللہ بجنوردی نے قاعدہ احسان کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: جب جنگ تبوک میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے مقرن کے تین فرزندوں نے جوتے مانگے توآنحضرتؐ کے پاس جوتے نہیں تھے اس وقت یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی:" قل لااجدما احملکم علیہ"آیت انہیں تین بندوں سے مخصوص نہیں ہے بلکہ یہ ہر ایک

....

(1)تبیان ج2

(2)شناخت قرآن ص190

ے لئے ہر زمانے میں عبرت ہے، کیونکہ بہت ساری آیات کسی خاص مورد، اور فرد میں نازل ہوئی ہیں ، لیکن ہمارے مجتہدین اور فقہانے اس سے عموم اور شمول پر استدلال کئے ہیں۔[1]

سیوطی نے کتاب اتقان میں ابن تیمیہ کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ابن تیمیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو بھی آیات کسی خاص دور اور شخص ے بارے میں نازل ہوئی ہیں تو انہیں ے ساتھ مخصوص نہیں کرسکتے ہیں[2]

ابن تیمیہ اور اس جیسے دیگر افراد کا نام لینے کا مقصدیہ نہیں ہے کہ ان کا عقیدہ مذہب حقہ ے نزدیک بھی صحیح ہے بلکہ اس کا مقصد یہ ہے کہ علوم قرآن ے مسائل میں سے بعض ،کسی خاص مذہب ے عقیدہ، اور اصول و ضوابط میں سے امامیہ، یا اہل حدیث ہونے کی حیثیت سے کوئی دخالت نہیں ہے بلکہ بحیثیت مسلمان ان سے بحث کی ہے۔

لہذا آیت کی شان نزول، طرفین کی نظر میں آیت کی تخصیص اور حکم کو اسی مورد ے ساتھ مخصوص کرنے ے لئے سبب نہیں بن سکتا ۔

....

(1)قواعد الفقہیہ ،ج4،،ص70

(2)اتقان،ج1،ص11

شیعہ امامیہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہو سکتے :

تحریف قرآن کی وضاحت کرتے ہوئے علماء اور محققین اور مکاتب فکر حضرات نے کہاہے کہ تحریف قرآن سے مسئلہ کو علوم قرآن کے مسائل میں مرکزیت حاصل ہے، لہذا تحریف قرآن کے موضوع پر ہی مکمل کتابیں تحقیقی مقالے لکھے گئے ہیں ،لیکن اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریف قرآن کے اقسام اور اس کے بارے میں مکاتب فکر کے نظریات کی طرف فقط اشارہ کرنے پر اکتفاء کروں ۔

تحریف قرآن کو علماء اورمکاتب فکر نے تین قسمون میں تقسیم کیاہے :

1۔ تحریف زیادی۔

2۔ تحریف کمی۔

3۔ تحریف تبدیلی۔

الف: تحریف اضافی و زیادی: یعنی جو قرآن آج مسلمانوں کے ہاتھوں میں موجود ہے اس کی کچھ آیات پیغمبر اکرم (ص) پر نازل شدہ قرآن کریم میں سے نہیں ہیں بلکہ بعد میں اضافہ کیا گیاہے، ایسی تحریف کے مسلمانوں میں سے فقط دو گروہ قائل ہوئے ہیں۔

1۔عبارده: یعنی وہ لوگ جو عبدالکریم عجرد کی پیروکار ہیں جن کا عقیدہ یہ ہے کہ سورہ مبارکہ یوسف قرآن کا جزء نہ تھا بلکہ بعد میں اضافہ کیا گیا ہے۔

2۔ابن مسعود کی طرف بھی اس تحریف کی نسبت دی گئی ہے کہ وہ معتقد ہے کہ سورہ معوذتین کو قرآن کا جزء نہیں سمجھتے ہیں۔

ایسے نظریے کو تمام مسلمان بالاتفاق باطل سمجھتے ہیں اور صحیح نہ ہونے کو ضروریات دین اسلام میں سے قرار دیتے ہیں۔

ب: تحریف کمی: یعنی جو قرآن ہمارے درمیان موجود ہے اس میں کچھ آیات یا کچھ الفاظ اس قرآن سے حذف اورکم کیئے گیئے ہیں جو پیغمبر اکرم (ص) پر نازل کی گئی تھی۔

ایسی تحریف سے اہل تسنن سے کچھ علماء قائل ہوئے ہیں جبکہ ہمارئے علماء کاموقف من البدوی الی الان یہ رہا ہے کہ ایسی تحریف قرآن میں واقع نہیں ہوئی ہے۔

چنانچہ فضل بن شاذان کو امامیہ سے قرن سوم سے مصنفین اور علماء میں سے شمار کیا جاتاہے فرمایا قرآن کی کسی ایات اور الفاظ مین کوئی کمی واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ موجودہ قرآن عین وہی قرآن ہے جو حضرت پیغمبر اکرم (ص) پر نازل کیا گیا ہے۔

استاد محترم الحاج دکتر محمدی کی دو جلد کتابیں تحریف قرآن سے بارے میں اور الحاج حضرت آیت اللہ جواد فاضل لنکرانی کا ایک تحقیقی مقالہ جس کا ترجمہ راقم الحروف سے ہاتھوں اردو میں ہو چکا ہے اور شناخت قرآن ص 77 جیسی گرانبہا کتابیں مزید معلومات کیلئے بہت زیادہ مناسب ہیں رجوع کیجے۔

ج: تحریف جا بائی:یعنی کسی کلمہ اور لفظ میں یا ترتیبات اور اعراب میں تبدیل کا لانا ،ایسی تبدیلی واقع ہونے کے قائلین بہت ہیں، اور جن روایات سے بظاہر ایسی تحریف واقع ہونا سمجھ میں آتا ہے ان کو امامیہ کے مخالف دیگر فرق مسلمین سے منسوب کئے ہیں۔

3۔محمد بن علی بن بابویہ قمی جو شیخ صدوق کے لقب سے معروف و مشہور ہیں اور جہان تشیع میں چوتھی صدی کے عظیم اورنامور عالم سمجھے جاتے ہیں، اپنی رسالہ الاعتقادات میں فرمایاہے۔

قرآن کے بارے میں شیعہ امامیہ کا عقیدہ یہ ہے کہ جو قرآن آج ہمارے پاس موجود ہے ، یہ ہو بہو وہی قرآن ہے جو حضرت پیغمبر اکرم (ص) پرنازل کیا گیا تھا ، جس میں کوئی کمی اور اضافہ نہیں ہوا ہے،لہذاجو لوگ قرآن میں کمی اور بیشی واقع ہونے کا نظریہ ،امامیہ مذہب سے منسوب کرتے ہیں وہ جھوٹ ہے ۔

4۔ مرحوم علی بن الحسین موسوی جو سید مرتضی علم الہدی کے لقب سے معروف ہیں ،شیعہ امامیہ کے عظیم علماء و مجتہدین میں سے ہیں ،انہوں نے فرمایا: جس طرح کائنات میں موجودات اورواقعات و حوادث کا رونما ہونا یقینی ہے اسی طرح قرآن مجید بھی ہم تک کسی قسم کی کمی اور بیشی کے بغیر پہنچنے پر یقینی ہے کیونکہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے قرآن کی حفاظت کے لئے مسلمانوں اور اصحاب کیلئے شدت کے ساتھ تاکید کے علاوہ بہت بڑا اہتمام بھی کیا تھا

اور سید مرتضی نے اپنی گفتگو ے آخر میں فرمایا ہے کہ جو لوگ امامیہ مذہب سے منسلہ ہیں اور جولوگ مذہب اہل سنت سے تعلق رکھتے ہیں ان میںسے فقط حشویہ ایسی تحریف ے قائل ہوئے ہیں جن کا کوئی اعتبار نہیں ہے کیونکہ جتنی روایات سے ایسی تحریف ے ہونے پر استدلال کیا گیا ہے وہ تمام ضعیف السند ہیں۔ [1]

5۔ مرحوم شیخ الطائفہ نے فرمایا: قرآن میں ایسی تحریف واقع نہیں ہوئی ہے، اور جتنی روایات ایسی تحریف واقع ہونے پر دلالت کرتی ہے و ہ تمام ضعیف السند ہے جس سے تحریف قرآن کو ثابت کرنا لا علمی کا نتیجہ ہے لہذا ہل تشیع کی نظر میں صحیح نظریہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی کمی اور بیشی واقع نہیں ہے۔ [2]

6۔ مرحوم السراج برسی عظیم مفسر قرآن نے فرمایا: قرآ ن میں اضافہ نہ ہونے پر امامیہ کا اجماع ہے لیکن کمی واقع ہونے پر اجماع تو نہیں ہے مگر صحیح نظریہ یہ ہے کہ جس طرح قرآ ن میں اضافہ نہیں ہوا ہے اسی طرح کمی بھی نہیں ہوئی ہے۔[3]

7۔ ابن طاوس نے کہا : شیعہ امامیہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف نہ ہونے ے قائل ہیں لہذا ان لوگوں پر تعجب ہے کہ جن کا عقیدہ یہ ہو کہ موجودہ قرآن وہی قرآن ہے جو حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے ہی جمع آوری کا حکم دیا ہے اس ے باوجود آیات کی بارے میں اہل مکہ و بصرہ و کوفہ و مدینہ ے مابین اختلاف ہونے کو نقل کریں اورکہتے ہیںکہ کچھ کی نظر میں بسم اللہ آیات میں سے ای آیت نہیں ہے کسی کی نظر میں آیات میں سے ای ہے جبکہ دوسری

....

(1) مجمع لبیان ج1 ص15

(2)مقدمہ تفسیر تبیان

(3) مجمع البیان ج1 ص15

طرف سے تحریف نہ ہونے ے قائل ہیں، یہ دو باتیں تضاد ہیں قابل جمع نہیں ہیں! [1]

8۔ مرحوم ۔ ُ ن فیض کاشانی نے کہا جو روایات اور احادیث تحریف پر دلالت کرتی ہیں وہ در حقیقت کتاب الہی ے مخالف ہے ۔[2]

9۔ مرحوم شیخ بہائی نے کہا کہ ہمارے نزدیک صحیح نظریہ یہ ہے کہ قرآن میں کسی قسم کی تحریف واقع نہیں ہوئی ہے، لہذا جو لوگ آیت مبلّغ وغیرہ میں کچھ کلمات حذف ہونے ے قائل ہے و ہ نظریہ ہمارئے نزدیک صحیح نہیں ہے۔[3]

10۔ مرحوم شیخ محمد بن حسن صاحب و سایل الشیعہ نے کہا جو لوگ آئمہ معصومین (ع) سے منقول روایات اور احادیث کی تحقیق کرینگے تو اس کو علم حاصل ہوجاتا ہے کہ قرآن ہم تک تواتر ے ساتھ پہونچا ہے جس میں کسی قسم کی تحریف کا احتمال دینا غلط ہے۔[4]

11۔ کاشف الغطاء کتاب اصل الشیعہ میں فرمایا قرآن میں کسی قسم کی تحریف اور کمی و بیشی واقع نہیں ہوئی ہے لہذا ایسا نظریہ جو تحریف واقع ہونے پر مشتمل ہے، اہل تشیع سے نسبت دینا بہتان اور جھوٹ ے ع وہ کچھ نہیں ہے۔[5]

....

(1)سعد السعود ص 144

(2)تفسیر صافی،ج1 ص51

(3)الاء الرحمن ص26

(4)اظہار الحق،ج2،ص129(5)کشف الغطاء،ص299

مرحوم ع مہ طباطبائی نے سورہ حجر ے آیہ 9 کی تفسیر میں فرمایا:(قرآن زندہ و حیات جاویدانی کا حام-ل ہے اس م-یں م-وت او ر فراموشی اضافہ اور کمی یا کسی قسم کی تبدیلی کی راہ ہی نہیں ہے)

ان ے ع وہ شیخ مفید کوجو قرن سوم ہجری ے عماء میں سے شمار کئے جاتے ہیں قاضی نوراللہ شوش-تری، ش ش-ہانی ب غ-س ، شیخ انصاری دی-ر اکثر عماء امامیہ ایسی تحریف نہ ہونے ے قائل ہو ئے ہیں کیونکہ شیعہ امامیہ ے عقیدے کی بنا پر ہرگ ایسی تحری-ف ے قائل نہیں ہو سکتے ، کیونکہ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ قرآن اور عترت اہلبیت دو ایسے مرج اور ماوی ہیں جو اللہ کی طرف سے بش-ر ک-ی نجات کا ذریعہ ہیں اگر قرآن جیسے مرج و ماوی میں کمی اور اضانے ہونے ے قائل ہو جائیں تو" انی تارک فی الثقلین کتاب اللہ و عتری "کا عقیدہ غلط ہو جاتا ہے،و ہ قرآن انسان کی نجات کا ذریعہ بن سکتا ہے؟ جس میں کمی اور اضانے کا احتمال دیا جاسکتاہے۔

لہذا سورہ حجر آیت 9 سورہ ف لت آیہ 41،12 سورہ بقرہ آیت 2 ،سورہ سجدہ ایت 32 ، حدیث ثقلین اور دی-ر روای-ات مت-واترہ ے ع وہ عقل کی رو سے تحریف کمی و زیادی ے قائل نہیں ہو سکتے رجوع کیجئے۔[1]

....

(1)شناخت قرآن ص78، حریم قرآن کا دفاع ص19، سعد ال حود ص193، مت القرآن من التحریف،ج1 ص28، الذخیرہ فی علم الکتاب ص361)

البتہ ہم نے گذشتہ مباحث میں عماء اور محققین ے کام کو نقل کرتے ہوئے تحریف کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ تحریف کمی

2۔ تحریف زیادی

3۔ تحریف تبدیلی

جبکہ یہ تینوں قسمیں تحریف لفظی ے اقسام ہیں لہذا تحریف کو ابتدائی مرحلہ میں اس طرح تقسیم کرنا چاہیے کہ ای تحریف معنوی دوسری تحریف لفظی اس ے اقسام کمی ،زیادتی ،تبدیلی ہیں۔

تحریف لفظی میں سے تحریف کمی و زیادی ے بارئے میں دلیل عقلی اور نقلی کی روشنی میں واضح ہواکہ اس ے قائل نہیں ہو سکتے ، لیکن تحریف تبدیلی یعنی آیات ے الفاظ اورسورے جا بجا قرار دینا یا مختلف اعراب سے اس کی قرائت کرنا یہ یقیناً واقع ہوئی ہے ،لیکن یہ حقیقت میں تحریف نہیں ہے کیونکہ آئمہ معصومین نے ایسی قرائت کی تائید کی ہے اور ایسی تبدیلی میں فلسفہ نزول قرآن ے ساتھ کوئی ٹکراو بھی نہیں ہے۔

لہذا تحریف قرآن سے فقط تحریف کمی اور زیادی سمجھ میں آتی ہے کچھ عماء اور محققین نے تحقیق ے بغیر ایسی تحریف کو امامیہ مذہب سے منسوب کرنا سوای بہتان اور جھوٹ ے کچھ نہیں ہے،کیونکہ ہمارے تمام عماء کا(چاہے متقدمین میں سے ہوں، یا متاخرین میں سے) عقیدہ یہ ہے کہ ایسی تحریف ے ہرگز قائل نہیں ہو سکتے ۔

چنانچہ بہت سے علماء کانام پہلے ذکر کیاگیا ان کے علاوہ افراد ذیل نے صاف لفظوں میں تحریف کے نظریہ کو باطل قرار دیا ہے ، ابن ادریس ،کمال الدین ،الکاشفی ،شیخ ابو الفیض، شیخ الاسلام ،محمد بن الحسین ، صدر الدین ، محمد بن ابراہیم الشیرازی، علامہ ، نورالدین محمد بن مرتضی ، محمد بن محمد رضا شہدی، شیخ عبداللہ شبر، سیدحسین الکوہ کمری، محقق تبریزی، سید محمد مہدی میر محمدی، شیخ حسن زین الدین، حضرت امام خمینی رحمۃاللہ کے علاوہ اس دور کے علوم قرآن کے تمام محققین قرآن میں تحریف نہ ہونے کے قائل ہیں رجوع کیجئے۔[1]

لیکن جو لوگ قرآن میں کمی واقع ہونے کے قائل ہیں ان کے کچھ استدلال ہیں جس کا خاکہ درجہ ذیل ہے:

1۔ اگر قرآن میں تحریف نہ ہوتی تو ابن مسعود اور ابی بن کعب کے مصحف میں اختلاف نہیں ہوناچاہیے تھا جبکہ ان سے مصاحف کے ساٹھ موارد میں اختلاف ہے۔

2۔ اگر کسی چیز کے اجزاء متفرق اورمختلف ہوں اور اس کی جمع آوری ابو بکر کے زمان میں واقع ہوئی تو اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ کوئی نہ کوئی جزء اور حصے میں کمی اور تبدیلی آچکی ہوگی۔

3۔ حضرت علی (ع) کا قوم سے بایکاٹ کرکے قرآن کی جمع آوری کیلئے سینہ بہ تن ہونا اس بات

....

(1) صیانت القران من التحریف ج1 ص30، تہذیب الاصول ج2 ص1562، معالم الاصول ص 147، الفصول المہمہ ، ص166)

کی دلیل ہے کہ قرآن میں تحریف ہوئی ہے۔

4۔ بہت ساری روایات کا مضمون ایسا ہے کہ گذشتہ امتوں ے ہو ۓ و وقائ اور حوادث اس امت میں بھی رونماہوگئے ، یہ تحریف واق ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

5۔ احادیث اور روایات اہل سنت او رشیعہ امامیہ ے اسناد سے کثیر تعداد میں نقل کیا گیا ہے،جن سے تحریف قرآن سمجھ مینآتا ہے ۔

حتی بعض محدثین نے ای ہ ار ای سو بائیس احادیث بتائی ہیں، جس کا مضمون قرآن میں کمی واق ہونے پر دلالت کرتی ہے اس لئے بعض عماء ،تحریف پر دلالت کرنے والی احادیث میں تواتر اجمالی ے قائل ہوئے ہیں۔

لیکن تواتر اجمالی کا دعوی ایسا دعوی ہے جس پر کوئی ٹھوس دلیل نہیں ہے شاید تواتر اجمالی کا دعوی احادیث کی تعداد زیادہ نظر آنے کی وجہ سے کی ہو جبکہ ان روایات ے سند سے چشم پوشی کرے مضمون کو کڑی نظر سے غور کریں تو ان کا مضمون مطالب ذیل پر شتمل ہوتے ہوئے نظر آتا ہے۔

الف: کچھ روایات قرآن میں لحن اور دیۃرلہجے ے حوالے سے مختلف اور متعدد ہونے پر دلالت کرتی ہے۔

ب: کچھ دستہ روایات قرآن میں کوئی کلمہ اضافہ یا حذف یاتبدیل ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے ۔

ج: بعضی روایات موجودہ قرآن میں کچھ سورتیں اور آیات اضافہ ہونے کی خبر دیتی ہیں۔

د: کچھ روایات قرآن کی بعض آیات شیطان(نعوذ باللہ) ے القاات میں ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔

ر: کچھ روایات قرآن میں تحریف اورکمی واقع ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔

ھ: کچھ روایات بعض کلمات اور الفاظ قرآن میں، زمانے ے حکمرانوں نے تبدیل لانے کی خبر دیتی ہے ۔

جبکہ محققین نے تواتر کو فقط دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

1۔ لفظی۔

2۔معنوی۔

صرف مرحوم آخوند خراسانی اور ان ے بعد والے محققین نے تواتر کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے:[1] تواتر لفظی

(2) تواتر معنوی

(3) تواتر اجمالی

اور مرحوم آقای نائینی نے مرحوم آخوند خراسانی کو جواب دیتے ہوئے فرمایا:

....

(1)فضائل قرآن،ص161، تذکرہ الحفاظ ص417

تواتر کو تین قسموں میں تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے بلکہ تواتر اجمالی وہی تواتر معنوی ہے اس ے مقابل کوئی تیسری قسم نہیں ہے، لہذا پہ جواب یہ ہے کہ تواتر اجمالی کا نظریہ عماء متاخرین ے ای گروہ کا نظریہ ہے ۔

ثانیا: اگر تواتر اجمالی کا نظریہ قبول بھی کریںتو روایات ے مضامین ای مطلب کی طرف اشارہ نہیں کرتی ہیں بلکہ روایات کچھ مختلف ومتباین مطالب کی طرف اشارہ کرتی ہیں جبکہ تواتر اجمالی اس کو کہا جاتاہے جو بہت ساری رویات الفاظ اور تعابیر ے حوالے سے مختلف ہوں، لیکن تمام ے تمام ای ہی مطلب کی طرف اشارہ کریں۔

لہذا ایسی روایات میں تواتر کا دعوی کرنا نا انصافی ے سوا کچھ نہیں ہے، جب ہم نے تواتر ے دعوے کو باطل قرار دیا تو ایسی روایات خبر احاد بن جاتی ہیں جس کو کسی سئلہ پر دلیل قرار دینے میں شرایط ذیل لازم ہیں:

1 ۔ سند ے حوالے سے تمام روات موثق ہوں۔

2۔ صدور ے حوالے سے تقیہ وغیرہ کا احتمال نہ ہو۔

3۔ مضمون ے حوالے سے کوئی اشکال اورخ ف عقل وقرآن نہ ہو۔

جبکہ مذکورہ روایات میں سے کسی ای کی سند علم رجال ے اصول و ضوابط ے مطابق معتبر نہ ہونے سے باوجود مضمون ے حوالے سے روایات صحیح السند اور نص قرآن کریم اور عقل ے مخالف ہے۔

لہذا ایسی روایات کو معصومین ے دستور ے مطابق دور پھینکنا چاہیے اور ایسی روایات کی بنا پر تحریف قرآن ے قائلین کو چاہیے علم اصول علم الرجال ،فقہ الحدیث، فقہ اللغۃ، اور دیر بنیادی تعلیمات ا می کو خوبی یاد کریں، فقط ای دو اصط ح یاد کرے پورے سمانوں ے ضمیر کو مجروح کرنا دور حاضر کی تحقیقات ے منافی ہونے ے ع وہ بہت ہی نا انصافی ہے،اور انکے باقی ادلے قابل جواب نہیں ہے لہذا یہ اروں شیعہ امامیہ اور اہل سنت ے محققین عربی ، فارسی ، ان ش، اردو ،اور دیر زبانوں پر قرآن میں تحریف نہ ہونے ے موضوع پر تحقیقی مقالات اور کتابیں لکھی ہیں رجوع کریں۔ (1)

تحریف معنوی کا اجمالی خاکہ:

چنانچہ ذکر کیاگیا کہ تحریف کو محققین نے دو قسموں میں تقسیم کیاہے:

الف۔ تحریف لفظی :کہ اس کی وضاحت سے ہم فارغ ہوگئے۔

ب۔ تحریف معنوی:

یعنی کسی لفظ اور آیت سے ایسا معنی ارادہ کرنا جو اہل زبان اور عربی دان کی نظر میں معمول اور رائج نہیں ہے،چاہے اس کا سبب کمی ہو، یا اضافی ، یا مخصوص جگے کا

تبادلہ اور دیر عوامل اور اسباب ہوں۔

....

(1)فضائل القرآن ص161، مت القرآن من التحریف،ج1ص103، تذکرۃ الحفاظ،ص417، محاضرات الادباء ،ج2،ص435، البیان فی تفسیر القرآن،ج1،ص211)

تحریف معنوی کی ایسی تعریف میں ہر وہ تفا یر بھی شامل ہیں جو بظاہر کا م ے ظ ور سے ہماہنگ نہیں ہے۔

لہذا علوم قرآن ے ماہرین نے تفا یر قرآن کو دو قسموں میں تقسیم کیاہے:

الف: تفسیر بالرّای ب: تفسیر غیر بالرّای

تفسیر بالرای

یعنی آیات کو مفسر اپنے آرای حدسیہ ے مطابق تفسیر کرنا چاہے تفسیر قرآن ے اصول و ضوابط ے ہماہنگ اور موافق ہو یا مخالف جیسے اس دور میں بہت سے لوگ کسی اصول و ضوابط ے بغیر سامعین کو قائل کرنے کی خاطریا مقالہ نویسی مقالے کی تزیین ے واے آیات کا ای ٹکڑا یاای جملہ جو آیت ے ابتدا اور انتہا سے ہٹ کر فقط ایسے جملے کو بیان کرتا ہے جوبظاہر خطیب اور مقالہ نویس ے اہداف ے مطابق نظر آتا ہے ،جبکہ اس جملے ے آغاز اورانتہاء کو لایاجائے توآیت کا معنی اور مفہوم کچھ اورنظر آتاہے لہذا آیات قرآنی کو تفسیر کرنے کیلئے پوری آیات پر احا ہ علمی ہونے ے ع وہ شان نزول اور اس کی تفسیر ے بارے میں آئمہ سے منقول روایات اور صاحب نظر حضرات کی تفسیر کامطالعہ کرنے ے بعد تفسیرکرنا چاہیے۔

تفسیر بالرای کو حکم شرعی کی رو سے دو قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

(1)تفسیر بالرّای جائز

(2) تفسیر بالرّای غیر جائز

اگر کوئی شخص برسوں سال آیات عظام ے سامنے زانو ے ادب تہہ کرتے ہوئے حوزہ میں تعلیمات اسلامی ے حصول کیلئے پوری ایک عمر تممز کرتے ہوئے تفسیر ے ماہرین سے تفسیر ے اصول و ضوابط لے چکے ہو تو اس کی روشنی میں آیات کی تفسیر اپنے آرای حدسیہ ے مطابق بیان کریں، تو ایسی تفسیر بلا اشکال جائز ہے،جیسے علامہ طباطبائی، برسی، آیت اللہ خوئی، صدر المتالہین، حضرت استاد محترم عارف زمان زہد و تقوی کا مجسم مفسر قرآن آیۃاللہ جوادی آملی ،فیض کاشانی،عبد اللہ شبر،حضرت استاد آیت اللہ ناصر مکارم شیرازی ، حضرت حجۃالاسلام قرائتی صاحب تفسیر الفرقان کہ انہیں حضرات نے سالوں سال حضرات آیات عظام کی شاگردی اور تمنز کرنے ے بعد اپنے آرای حدسیہ اور اجتہاد ے مطابق تفسیر کرنے کو تفسیر بالرّای کہا جاتا ہے، لیکن ایسی تفسیر ان روایات اور احادیث ے دائرہ سے خارج ہے جو تفسیر بالرای کی حرمت اور مذمت پر دلالت کرتی ہے، کیونکہ یہ لوگ صاحب نظر ہیں تمام تعلیمات اسلامی ے اصول و ضوابط سے آگاہ ہیں، فقہ اللغہ، فقہ الحدیث ، فلسفہ اور منطق علم اصول اور فقہ ے قواعد و ضوابط روایات اور آیات کی روشنی میں اپنا نظریہ قائم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ ایسے مفسرین کی نہ فقط مذمت نہیں کی گئی ہے بلکہ ان کی اخلاقی اور دینی فرائض میں سے اہم ترین فریضہ ہے کہ قرآن کریم جو اللہ کی طرف سے بشر کی ہدایت ے لئے آیا ہے، اس کی اس طرح تفسیر کریں تا کہ لوگ قرآن کو سمجھیں اور ہدایت پائیں، کیونکہ قرآن ہدایت کی خاطر آیا ہے، اس کا افہام اور تفہیم کرنا ہر دور میں فرض ہے،جو تفسیر ے بغیر ناممکن ہے ۔

تفسیر بالرّای غیر مجاز: یعنی قرآن کے الفاظ اور آیات کی اس طرح تفسیر کرنا جو اپنے خیالات اور گمان کے مطابق ہے، جس پر کوئی دلیل عقلی اور نقلی موجود نہیں ہے خود اسلامی تعلیمات کے حوالہ سے صاحب نظر بھی نہیں ہے، ایسی تفسیر کے جواز اور حرمت کے بارے میں دو نظریے ہیں۔

1۔ ایسی تفسیر حرام ہے کیونکہ سورہ اعراف آیت 23 اور سورہ بقرہ آیت 169 اور سورہ اسراء آیت 36 کی روشنی میں کسی بات اور نظریہ کو علم و یقین اور دلیل کے بغیر فقط خیالات اور گمانوں کی بناء پر پیش کرناحرام ہے کہ جس کی مذمت اور حرمت آیات قرآنی کے علاوہ روایات صحیح السند اور معتبرہ سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے . رجوع کیجئے۔[1]"لهذا من فسر القرآن برایه فلیتبوء مقعده فی النار" سے مراد ایسی تفسیر ہے۔

اور ہمارے دور میں بغیر پڑھے اور دینی مراکز میں تربیت علمی اور اخلاقی پائے بغیر فقط اسکول اور کالج یا یونیورسٹی یا بغیر پڑھے لکھے مقررین کی کیسٹوں سے یاد کرکے تفسیر کرنے والے مقررین اور مقالہ نویس حضرات کی تفسیر جو معمولا بغیر اصول وضوابط کی تفسیر ہوتی ہے، اس تفسیر کے زمرے میں داخل ہے ایسی تفسیر نہ فقط مذہب تشیع کی توہین کا

....

(1)اصول کافی ،باب الاارّی والمقاییس ، اصول کی مفصل کتابیں جیسے رسائل شیخ بحث ظواہر وغیرہ۔

باعث اور شریعت میں حرام ہے بلکہ سید ا سادہ ایمان رکھنے والے سمانوں کو لوٹنے کا ذریعہ بھی ہے، تاریخ ا م میں ایسے مفسرین کا نام بھرا ہوا ہے۔

چنانچہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے ایسے مفسرین کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا:

"من فسّر القرآن برایه ان اصاب لم یؤجر و ان اخطاء فلیتبوا مقعده من النار "

"اگر کوئی شخص اپنے خیال ے مطابق قرآن کی تفسیر کرے اگرچہ واق ے مطابق بھی ہو پھر بھی کوئی ثواب نہیں دیا جاتا ہے لیکن اگر واق ے خ ف آئے تو اس کو ج نم میں ڈال دیا جاتا ہے۔[1]

کیونکہ شیعہ امامیہ ے مفسرین نے ہر دور میں تفسیر قرآن کو حضرت پیغمبر اکرم (ص) اور حضرت امام صادق ے ع وہ دیر آئمہ ے ک م کی رو سے کیاہے ،نہ اپنا خیال اور گمان چونکہ آئمہ نے بارہا فرمایا:" نحن مفسروا القرآن"" ہم سے ہی قرآن ے بارے میں سوال کرو،ہم ہی قرآن ے مفسر ہیں،نیز دور حاضر میں کچھ لوگ خطیب زمان مثالی مقرر کی حیثیت سے پیروفیسرز یا ڈاکٹرز یا ماسٹرز اور ٹیچرز کی سند لیکر دینی مراکز اور حوزہ عمیہ میں تربیت پائے بغیر اور تفسیر قرآن ے اصول و ضوابط یاد کئے بغیر قرآن کی تفسیر میں سرگرم

....

(1)۔ ار الانوار،ج92،ص11

ہیں ایسے لوگوں کی دو قسمیں ہیں:

1۔ ایسے لوگوں میں کچھ اس طرح ے ہیں کہ وہ دوسرے مفسرین ے نظریے کو نقل کرتے ہیں نہ اپنا خیال اور گمان ، اس مـیں نہ کوئی مذمت ہے اور نہ حرام ، کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ تربیت یافتہ مفسرین اور مجتہدین ے نظریہ کو نقل کرنا تفسیر بالرّای نہـیں ہے۔

2۔ ایسے لوگوں میں کچھ اس طر ح ے ہیں کہ وہ دوسرے مفسرین ے نظریہ سے ہٹ کر اپنے خیال ے مطابق آیات کی تفسـیر کرتے ہیں ایسے لوگ نہ فقط مفسر نہیں ہیں بلکہ مذہب اورکتاب و سنت کی توہین ے مترادف ہے، پیش وہ پڑھے لکھے ہـونے کـی حیثیت سے قابل احترام ہیں،لیکن تفسیر قرآن کرنا ان کا کام نہیں ہے ، لہذا جو لوگ تعلیمات ا می ے بنیادی اصـول و ضـوابط کـو سکھ ائے بغیرفقط پڑھے اور لکھے ہونے کی حیثیت سے قرآن کی تفسیر کریں تو کتاب و سنت کی توہین کا باعث ہے ، جسکی ر ا ہمـاری فقہی کتابوں میں حث حدود و التعزیرات میں مجتہدین نے مفصل بیان کی ہے، رجوع کیجئے۔[1]

نیز ایسی تفسیر کی مذمت اور حرمت پر اہل السنت ے محدثین اور محققین نے اپنی کتابوں میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے متعـدد روایات کو نقل کی ہے، رجوع کیجئے.[2]

....

(1)شرائع الا م ج2کتاب حدود و التعزیرات، سالہ ج7 کتاب حدود و التعزیرات، وسائل الشیعہ ج18، مراجع وقت ے رسالہ عملیہ وغیرہ)

(2)سنن ترمذی، سنن بیہقی، صحیح بخاری، صحیح سلم)

2۔ تفسیر بالرّای کے بارے میں دوسرا نظریہ یہ ہے کہ قرآن کی ہر تفسیر جائز ہے چاہے تفسیر کے بنیادی اصول و ضوابط اور شرایط کے مطابق ہویا نہ ہو بلکہ اپنے خیالات اور رای حدسیہ و اجتہاد کے مطابق ہو،پھر بھی جائز ہے ، کیونکہ اللہ نے سورہ محمد آیت 24 میں سورہ ص آیت 29 میں قرآن کے بارے میں تدبیر و تفکر کرنے کا حکم دیا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے اجتہاد اور خیالات کے مطابق بھی قرآن کی تفسیر کرنا چاہئے۔

لیکن اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ اللہ نے قرآن کو انسان کی ہدایت اور نجات کے لئے نازل کیا۔ جو سیکھنے کی صورت میں ہر انسان چاہے ذہن کے حوالہ سے ذہین ہو یا نہ ہو سمجھ سکتے ہیں،نیز ہر اہل زبان آیات محکم کو بخوبی سمجھ سکتا ہے جس کو سمجھنے کے لئے اجتہاد اور اخبار حدسیہ خیالات پردازی کی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ پورے قرآن میں تین مطلب کی اشارہ کیا گیا ہے:

(الف)اخلاقیات (ب)اعتقادات (ج) احکامات۔

انہی میں سے فقط ان آیات میں اجتہاد کرنے کی ضرورت ہے جو احکام شریعہ کو بیان کرتی ہیں، وہ بھی قرآن میں بہت محدود ہیں کہ جن پر مجتہدین نے آیات الاحکام کے نام پر کتابیں لکھی ہیں جس میں فقط پانچ سو آیات بیان ہوئی ہیں ان میں بیشتر اجتہاد کرنے کی ضرورت ہے لیکن ایسا اجتہاد ساٹھ سال اسلامی تعلیمات حاصل کرنے، سولہ موضوعات پر صاحب نظر ہونے کے بعد دلیل شرعی اور عقلی کی روشنی میں ہوتاہے نہ گمان اور خیالات اور استحسان و قیاس کی رو سے ایسا اجتہاد نہ فقط جائز ہے ،بلکہ بہت سے مجتہدین کی نظر میں ایسا اجتہاد واجب کفائی ہے، کچھ دیگر مجتہدین کی نظر میں واجب عینی ہے،چنانچہ حضرت آیت اللہ مرحوم خمینی کی نظر میں احکامات میں قدرت اور استطاعت کی صورت میں اجتہاد کرنا واجب عینی ہے، نیز جن آیات میں قرآن کے متعلق تدبر اور تفکر کرنے کا حکم دیا ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ نہیں ہے کہ ہم اپنے خیالات اور گمان کے مطابق قرآن کی تفسیر کریں . اور جو بھی اچھا سمجھیں اللہ سے منسوب کریں بلکہ آیات قرآنی میں تدبر اور تفکر کا مقصد یہ ہے کہ قرآن دیگر کتب کی مانند نہیں ہے، جو ظاہری عبارات اور الفاظ کو پڑھیں اور فورا حکم کریں ، لہذا حقیقت میں کڑی نظر سے غور کریں تو آیات تدبر و تفکر سے تفسیر بالرای کا جائز نہ ہونا سمجھا جاتا ہے نہ جائز ہونا۔

(2)ان کی دوسری دلیل :یہ ہے کہ اگر تفسیر بالرّای جائز نہ ہوتو احکام کو تعطیل کرنا لازم آتا ہے کیونکہ آیات کی تفسیر نہ کرنے کی صورت میں احکام مجہول رہ جاتے ہیں جس سے انسان احکام الہی کو انجام نہیں دے سکتا لیکن اس دلیل کا جواب علوم قرآن کے ماہرین نے اس طرح دیا ہے کہ تمام علما اور بہت سے مجتہدین کا عقیدہ یہ ہے کہ باب اجتہاد زمان غیبت میں مفتوح ہے مجتہدین کا نظریہ زمان غیبت میں مقلدین پر حجت اور واجب العمل ہے،

چاہے ان کا نظریہ واقع سے مطابق آئے یا نہ آئے واقع سے مطابق آنے کی صورت میں دو ثواب دیا جاتا ہے جبکہ خطا اور اشتباہ کی صورت میں اس پر عقاب نہیں کیا جاتا ہے لہذا احکام پر عمل کرنے کیلئے تفسیر بالرای کرنے کی ضرورت غلط ہے کیونکہ احکام کو انجام دینے میں مجتہدین سے فتوی کی ضرورت ہے نہ اپنکہ خیالات اور گمان سے مطابق قرآن کی تفسیر کرنے کی ضرورت [1]

3)تیسری دلیل:

ایسی تفسیر سے قائلین نے بہت سی احادیث اور روایات کو نقل کیاہے جوآیات کی تفسیر میں اصحاب سے درمیان اختلاف ہونے کو بیان کرتی ہے ، جس سے واضح ہوجاتا ہے کہ اصحاب قرآن کی تفسیر اپنے اجتہاد اور آراء حدسیہ سے مطابق کرتے تھے ورنہ اختلاف نہیں ہونا چاہیے تھا ، لہذا اصحاب میں سے کوئی ناروا تفسیر کرتا تو دوسرے اصحاب اس کو شدت سے منع کرتے تھے، نیز ہم جانتے ہیں کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے پورے قرآن کی تفسیر نہیں کی تھی(2)

لیکن اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ ایسی دلیل دو مطلب پر مشتمل ہے :

1) اصحاب تفسیر کرتے تھے اور اس میں اختلاف بھی ہو چکا تھا۔

2) حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے پورے قرآن کی تفسیر نہیں کی تھی۔

اصحاب کا تفسیر کرنا اور اس میں اختلاف ہونے کا لازمہ تفسیر بارای کا جواز نہیں ہے ،کیونکہ

....

(1)شناخت قرآن،ص206

(2)شناخت قرآن، ص207

ان کا اختلاف دو قسم کا ہے:

الف: اختلاف عملی ۔

ب: اختلاف استعماری۔

بسا اوقات علماء کے درمیان اختلاف ہونے کا سبب زمانے کے ظالم حکمرانی کی پالیسی ہے جس کی بنا اگر کوئی تفسیر کرے یا کوئی بات امام سے منسوب کرے تو وہ یقینا قابل مذمت اور ممنوع ہے۔

لیکن بسا اوقات اختلاف کا سبب محققین اور مفسرین کا فہم و درک ہے اس کے بارے میں چنانچہ پہلے بھی بیان کیا گیا اگر کوئی شخص اپنے اجتہاد کے مطابق علمی اصول و ضوابط کی روشنی میں برسوں سال مجتہدین کی شاگردی اختیار کرنے کے بعد تفسیر کرے تو اس کے جواز میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے کیونکہ یہ تفسیر بالرای جائز ہے، ایسی تفسیر تفسیربالرای غیر مجاز میں شامل نہیں ہے، لیکن اگر کسی نے تفسیر اپنے بالرای اور اجتہاد کی روشنی میں بغیر کسی اصول و ضوابط اور حوزہ علمیہ میں سالوں سال تلمذ کیئے بغیر حب اور سیاسی اورمادی اہداف کے حصول کی خاطر خیالات اور گمان کی بنا پر تفسیر کی توایسی تفسیر غیر مجاز ہے، اور تفسیر بالرای حرام ہے لہذا شاید اصحاب کی تفسیر میں اختلاف ہونے کا سبب علمی اصول و ضوابط ہو نہ خیالات اور سست!۔

اور ان کے دوسرے مطلب کا جواب یہ ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص)نے ٹھیک ہے تمام قرآن کی تفسیر نہیںکی ، لیکن تفسیر کرنے کے اصول و ضوابط کو یقینا بیان کیاہے، اور جو لوگ مکتب جعفری سے منسلک ہیں ان کی نظر میں حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی تفسیر اور امام جعفر صادق کی تفسیر میں ان کے عقیدہ کی بنا پر کوئی فرق نہیں ہے، لہذا جو اہل بیت کو حضرت پیغمبر اکرم (ص) کا جانشین نہیں مانتے ان کو حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی تفسیر نہ کرنے کی صورت میں اصحاب کی تفسیر اور نظریہ کی توجیہ اور توضیح کرنی پڑتی ہے۔

چوتھی دلیل:

حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے کچھ اصحاب ے حق میں دعا کی ہے:" اللھم فقّه فی الدین و علمه التاویل" [1]

"پالنے والے ابن عباس کو دین میں سمجھ دار بنائے اور تاویل کو سمجھ ائے"

حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے اس جملہ دعائیہ میں تاویل سے مراد اپنے نظریہ ے مطابق تفسیر کرنااور توضیح دیناہے لہذا تفسیر بہ الرای جائز ہے۔ لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اگر اس جملے کوکسی ایسے اصحاب کی شان اور حق میں فرماتے جو تفسیر ے اصول و ضوابط سے واقف نہ تھے یا حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی خدمت میں زانوے تمذ نہ کرنے والے اصحاب ہوتے تو ایسا احتمال دیا جاسکتا تھا۔

....

(1)شناخت قرآن ص207

جبکہ ابن عباس تاریخ ا م میں مفسر اور قاری قرآن ے لقب سے معروف ہیں، ثانیا جملہ دعائیہ سے اس مطلب کو ثابت کرنا نا انصافی ے ع وہ کچھ نہیں ہے کیونکہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے اللہ سے دعا کی پالنے والے ان کو تاویل قرآن سے نوازے، تاویل قرآن اور تفسیر قرآن میں زمین و آسمان کا فرق ہے انشاء اللہ بعد میں ان کا فرق بھی بیان کرینگے، لغۃ اور اصط ح ے حوالے سے دونوں ای دوسرے ے مخالف ہیں ، ان ے درمیان عام و خاص من وجہ کی نسبت پائی جاتی ہے لہذا اسے تفسیر بالرای کا جواز ثابت کرنا ا می تعلیمات ے اصول و ضوابط سے آ ہ نہ ہونے کا مترادف ہے۔

پانچویں دلیل:

ابی جحیفہ سے ناری نے صحیح ناری باب ل میں روایت کی ہے کہ ابی جحیفہ نے کہا میں نے حضرت علی (ع) سے پوچھا کیا قرآن ے ع وہ کوئی وحی ہے ؟ اما م علی (ع) نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافت کیا اور نطفہ سے انسان بنایا، ہم سوی قرآن جو اللہ نے حضرت پیغمبر اکرم (ص) پر نازل کیا نہیں جانتے ، اس روایت کا جواب یہ ہے کہ تفسیر بالرای ے قائلین نے اس روایت ے کس جملے سے استدلال کیاہے، معلوم نہیں ہے کیا قرآن ے ع وہ کوئی وحی نہ ہونے کا لازمہ قرآن میں تفسیر بالرای کا جواز ہے؟ کیا امام علی جیسے اصحاب ے فہم و درک کو تفسیر بالرای کہا جاتا ہے؟

اگر اس کو تفسیر بالرای کہا جائے تو اول و دوم ے فہم و دردک کو کیا کہناچاہیے؟ جو قیاس اور ا ستحسان کو رواج دینے میں پیشا پیش تھے، انہیں لوگوں نے اپنی بات کی تائید ے لئے غ الی کی بات کو نقل کیاہے، غ الی نے کہا، تاویل قرآن میں سماع کی شرط قرار دینا غلط ہے بلکہ ہر ای کو اپنے فہم و درک ے اعتبار سے قرآن سے استنباط کرنا چاہیے. [1]

لیکن اس تائید کا جواب یہ ہے کہ غ الی کی کیا حیثیت ہے کہ اس کی بات کو تفسیر بالرای ے جواز کو ثابت کرنے ے لئے تائید قرار دیں کیا وہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے جانشین ہیں کیا وہ صحابی رسول (ص)خدا ہیں ،کیا وہ تابعین میں سے ہیں، ایسے افراد تاریخ میں بہت ہیں جو اجتہاد درمقابل نص ے شکار ہوئے چونکہ جس کو تمام مسلمانوں ے عقیدہ کی بنا پر حرام سمجھا جاتا ہے رجوع کیجئے۔ [2]

لہذا کوئی ٹھوس دلیل نہ ہونے کی وجہ سے ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ تفسیر بالرای جو کسی اصول وضوابط ے بغیر خطیب یا مفکر کی حیثیت سے بغیر کسی تحقیق اور تحصیل علوم دینی ے فقط مادی اہداف اوراغراض ومقاصد کی بنا پر کرنا حرام ہے جس کو شریعت ا م میں شدت سے منع کیا گیا ہے"من فسّر القرآن برایہ فیتبوا مقعدہ فی النار"[3]

"اگر کوئی بغیر کسی اصول و ضوابط ے اپنے خیالات ے مطابق قرآن کی تفسیر کرے تو اس کی جایگاہ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے"

....

(1)احیاء العلوم،ص181

(2)مقدمہ مراۃ العقول ج1 ع مہ عسکری)

(3)شناخت قرآن ص209ا

تفسیر قرآن کرنے ے لئے برسوں سال تعلیمات ا می کی حصیل کرنے کی ضرورت ہے ، آئمہ معصومین (ع) نے آیات کی یسی تفسیر کی ہے اس کو دیکھنے کی ضرورت ہے۔

ع مہ طباطبائی، صدر المتالہین، مرحوم حضرت ایت اللہ خوئی، فیض کاشانی، وغیرہ جیسے افراد کی نظر کا مطالعہ کرنے کی ضرورت ہے، یعنی تفسیر قرآن کرنے ے لئے ،سولہ موضوعات پر صاحب نظر ہونے کی ضرورت ہے ای دو یسٹوں یا روزناموں کا مطالعہ کرنے سے مفسر قرآن نہیں بن سکتا ہے ، ایسی تفسیر سننا اور کرنا دونوں حرام ہے۔

اگرچہ حکم واقی اور مقصود الہی ے مطابق بھی آئے کیونکہ ایسی تفسیر خیالات اور قیاس و گمان اور ا سان کی روشنی میں کی گئی ہے کہ جس کو شریعت میں منع کیا گیا ہے، چاہے ڈاکٹر اور پروفیسر ہوں یا نہ، چنانچہ ہمارے دور میں ا م اور کتاب و سنت کی نابودی ے لئے ایسے مفسرین کو ا ستعمار کی مدد اور تعاون سے ذرائ ابو غ اور جریدوں میں ش ور کیا جارہا ہے تاکہ اپنے اہداف ے حصول ے وقت کام آئے۔

ماخذ تفسیر ں وضاحت:

زمانے کی تیز رفتاری اور حالات کی تبدیلی ے پیش نظر ضروری ہے کہ قرآن کریم کو ہر زمانے ے لوگوں ے فہم و درک ے مطابق تفسیر کریں، تاکہ قرآن ے فیوضات اور کا م الہی سے بہر ا بہرہ مند ہو سکے لیکن تفسیر قرآن ے لئے چنانچہ پہلے بھی ذکر کیا گیا ہے مکمل ا اصول و ضوابط کا ہونا ضروری ہے ،جس ے بغیر کی ہوئی تفسیر کو تفسیر بالرای کہا جاتا ہے،جس کو شریعت ا م میں ممنوع قرار دیا ہے، لہذا تفسیر قرآن ے اصول و ضوابط میں سے اہم ترین اصول و ضوابط تفسیر کا ماخذ اور مصادر کہا جاتا ہے جن سے آ ہ ہونا لازم اور ضروری ہے اس کا خ صہ درجہ ذیل ہے۔

1) قرآن کی تفسیر قرآن کی رو سے۔

2)قرآن کی تفسیر سنت کی رو سے۔

3) قرآن کی تفسیر عقل کی رو سے۔

اگر کوئی عالم با عمل قرآن کی تفسیر کرنا چاہے تو اسے چاہیے آیات کی تفسیر کا سرچشمہ قرآن اور عقل و سنت قرار دے اور ان تینوں کی روشنی میں تفسیر کرنا بھی فل فہ، من ق اور ادبیات ے ع وہ دیر مقدماتی علوم کو صحیح طریقے سے سیکھنے اورباد کرنے پر متوقف ہے یعنی قرآن کی تفسیر ے لئے ان علوم کو سیکھنے کی ضرورت ہے جو ا مجتہد ے لئے سیکھنا لازم ہے، اور انشاء اللہ بعد میں ان علوم کا نام بھی ذکر کرینگے۔

لہذا دور حاضر میں حوزہ عمیہ ے حالات اور دینی مدارس اور طالب عموں ے حالات ے پیش نظر مفسر قرآن اور مجتہد اعلم کا پیدا کرنا بہت شکل ہے جب کہ ہر دور میں عماء اور محققین نے زمانے ے تمام خرافات اور اعتراضات سے ا م کی حفاظت کرتے ہ-وئے آئے ہیں،شاید اس کی وجہ ہماری کوتاہی اور سستی ے ع وہ کچھ نہ ہو لہذا قارئین محترم سے بیداری غفلت اور کو تاہی سے دوری کی درخواست کرتا ہے، تاکہ مذہب اور ا م پر آنے والے بنیاد اعتراضات اور خرافات سے مذہب اور ا م کو ۔پا سکے، چناچہ۔ مرح-وم ع مہ طباطبائی جیسے عماء بھی تاریخ تشیع میں ناشناختہ گذرے ہیں کہ برسوں سال فکر اور زحمت اٹھانے ے بعد تفسیر قرآن لکھنا س-ب سے زیادہ اہم قرار دیا،اور فرمایا ہر سال قرآن کی جدید سے جدید تفسیر کرنے کی ضرورت ہے، تا ک-ہ ل-وگ ق-رآن ک-و سمجھیں اور خرافات و توہمات سے عقائدا م اورمذہب کی حفاظت کر سکیں۔

شرایط تفسیر قرآن:

قرآن واحد کتاب ہے جو اہل زبان بھی عام و عادی کام کی طرح سنتے ہیں لیکن نہیں سمجھ سکتے ہیں اسی سے تفس-یر ق-رآن کی اہمیت کا اندازہ ۔خوبی کرسکتے ہیں تفسیر قرآن کرنے ے لئے اس کو سمجھنے کی خاطر کئی علوم پر مہارت حاصل کرنے ے ع- وہ تفس-یر کرنے کی منصوص نج اور روش سے بھی ۔خوبی ا ہ ہونے کی ضرورت ہے لہذا وہ علوم جو مفسر قرآن ے لئے سیکھنااوریاد کرن-الازم ہے وہ درجہ ذیل ہیں:

1)علم لغت

2)علم صرف

3)علم اشتقاق

4)علم نحو و اعراب

5)علم معانی بیان

6) علم قرائت

7) علم کلام و اصول عقائد

8) علم اصول الفقہ

9)علم اسباب نزول

10) علم روایات

11) علم تاریخ

12) فقہی مسائل کہ جن کاتذکرہ قرآن میں ہوا ہے اس پر بھی علم ہونا چاہیے ، ان تمام علوم کو سیکھنے کے بعد تفسیر قرآن کے لئے اہم ترین شرط خلوص نیت ہے ، خلوص نیت کے بغیر تفسیرقرآن ناقص رہے گی، کیونکہ ہر وہ کام جو خلوص نیت سے انجام پاتا ہے وہ یقینا اللہ تبارک و تعالی کی نظر میں قابل قبول ہے۔

تاریخ تفسیر قرآن ں وضاحت:

ہم تفسیر قران ے حوالے سے زمانے کو تین قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

1)زمان معصومین ۔

2) زمان اصحاب۔

3) زمان تابعین و ما بعد الی زمانتا ہذا۔

معصومین ے دور میں قرآن ے متعلق دو بنیادی کا م ا نجام پائے تھے:

الف) قرآن کریم کو جس طرح اللہ کی طرف سے نازل ہوا تھ ا اسی طرح عین وہی الفاظ اور کلمات کسی قسم کی کمی ے بغیر لوگوں ے ذہنوں میں ڈالنا۔

ب) اس زمانے ے لوگوں ے فہم و درک کی حیثیت سے لوگوں کو حقائق قرآ ن سے با خبر کرنا

لہذا خود قرآن کریم صاف لفظوں میں بیان کرتا ہے . کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) قرآن کریم ے سب سے پہلے مفسر ہیں"سورہ نحل آیت 44 میں اس طرح کی تفسیر موجود ہے "و النزلنا الیک الذکر لتبین للناس"اس مطلب کو ثابت کرنے کی خاطر قرآن کریم ے ماہرین اور محققین نے اپنی گرانبہا کتابوں میں بہت ساری احادیث اور آیات کی طرف اشارہ فرمایا ہے رجوع کرسکتے ہیں۔[1]

ابن خلدون کا کہنا ہے کہ قرآن عربی زبان میں نازل ہوا ہے اس کی فصاحت و بلاغت اور مفردات ے معانی لغوی سے ہر اہل زبان با خبر تھے لیکن جملے اور حقایق قرآن اور ناخ و منسوخ اوردیگر سائل ے حوالے سے قرآن ہر کس و ناکس ے فہم و درک سے بالاتر تا لہذا حضرت پیغمبر اکرم (ص) لوگوں کو ایسے مطالب اور آیت کی حقیقت کی تفسیر کرتے تھے۔

عین اسی طرح کی باتیںا بو الفتوح رازی سیوطی وغیرہ نے بھی کی ہیں،رجوع کریں۔

....

(1)روض الجنان،ج1،ابو الفتوح رازی، الاتقان ج2، جلال الدین سیوطی، ابن خلدون مقدمہ، برسی مجمع البیان،ج1۔

حتی بعضی احادیث میں اس طرح کے الفاظ موجود ہیں کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے نہ فقط لوگوں کو قرآن کی تفسیر سے آ ہ فرمایا بلکہ ہر آیت کی تفسیر کرنے کے ساتھ ساتھ تفسیر قرآن کے اصول و ضوابط اور نہج و روش کی طرف بھی لوگوں کے ذہنوں کومبذول فرمایا تاکہ لوگوں کو تفسیر بالرای سے بچا سکیں،رجوع کریں۔[1] نیز از نظر عقل بھی یہی مفسر حضرت پیغمبر اکرم (ص) ہی کوہونا چاہیے کیونکہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی ذمہ داری ہی یہی تھی کہ لوگوں کو معارف اسلامی اوراحکام الہی سے باخبر کریں اس کا لازمی نتیجہ قرآن کی تفسیر اور توضیح ہے کیونکہ ہر انسان کی ذہانت اورفہم و درک یکساں نہ ہونے کے باوجود ہر کلیات اور جزئیات، کنایات اور اشارات کو بغیر کسی تفسیر کے درک نہیں کرسکتے ہیں۔

دوسرے مفسر قرآن:

حضرت علی علیہ السلام ہیں، جو ہر وقت معارف اسلامی اور دستور الہی کے محافظ کی حیثیت سے آغاز وحی سے اختتام وحی تک حضرت پیغمبر اکرم کے شانہ بہ شانہ قرآن کی تفسیر اور حفاظت کرتے رہے ہیں اہل سنت بھی آپ کو مفسر قرآن اور برجستہ اصحاب رسول میں سے شمار کرتے ہیں۔عطا بن ابی ریاح نے حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے پوچھا"أكان فی اصحاب محمد (ص)العلم من علی قال لا والله لا اعلمه."

....

(1)الاتقان ج2 ص296و روض الجنان ج1ص53

کیا حضرت رسولؐ کے اصحاب میں حضرت علی (ع) سے عالم تر کوئی ہے آپ نے فرمایا خدا کی قسم اس سے عالم تر کوئی نہیں ہے۔[1]

یا دوسری حدیث میں آنحضرت نے فرمایا:" علی مع القرآن و القرآن مع علی"[2]

" علی (ع)قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی (ع) کے ساتھ ہے"

نیز ابن مسعود سے روایت کی گئی ہے:

ان القرآن أنزل علی سبعة احرف ما منها حرف الا و له ظهر و بطن وا ن علی بن ابی طالب عنده منه الظاهر والباطن.[3]

تحقیق قرآن کو سات حروف پر نازل کیا گیا ہے انہیں حروف میں سے ہر ایک کا ظاہر و باطن بھی ہوا کرتا ہے اور حضرت علی (ع) ہی اس کے باطن اور ظاہر سے آگاہ ہیں۔

جناب ذہبی نے اپنی گرانبہا التفسیر میں فرمایا: كان علی رضی الله عنه بحری فی العلم.."حضرت علی (ع)علم کے دریا تھے"[4]

....

(1)ذہبی التفسیر ج1 ص79

(2)کنز العمال ج2ص 201

(3)الاتقان ج2 ص187

(4)التفسیر ج1ص89

نیز ابن عباس نے کہا" ما اخذت من تفسیر القرآن فعن علی ابن ابی طالب"[1]'جو کچھ میں نے قرآن کی تفسیر کسی ہے وہ حضرت علی (ع) سے دریافت کی ہے" لہذا تفسیر قرآن ,تاویل قرآن، ناخ و منسوخ ،عام و خاص ، مطلق و مقید ، محکمات و متشابہات اور حروف مقطعات یعنی حقائق قرآن من البدوی الی ختم حضرت پیغمبر اکرم (ص) کے بعد حضرت علی (ع) ہی جانتے تھے انہیں سے ہی تفسیر کے اصول و ضوابط کو لینا چاہیے ان کے اصول و ضوابط سے ہٹ کر،کی ہوئی تفسیر جتنے اچھے الفاظ اور حسن سلوک پر مشتمل ہو تفسیربالرای کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔

ان کے بعد مرحلہ سوم میں مفسرین قرآن آئمہ معصومین علیہم السلام شمار کئے جاتے ہیں، اگر چہ نزول قرآن کے وقت یا حیات طیبہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) کو درک نہ بھی کیا ہو، کیونکہ یہ حضرات جس طرح حضرت پیغمبر اکرم (ص)حجت خدا اور اللہ کی طرف سے رسول اور نبی تھے، اس طرح وہ ان کے جانشین اور وصی ہیں، وصی عین موصی کی ذمہ داری اور تکالیف کو انجام دینے کے لئے ہی منصوب کئے گئے ہیں چنانچہ حضرت امام محمد باقر یا امام جعفر صادق سے منقول احادیث اور روایات سے بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ آئمہ معصومین (ع) ہر دور میں زمانے کے ظالم حکمرانوں سے سینہ بہ تن ہو کر قرآن کی تفسیر اور وضاحت کرتے رہے لہذا آج جب

....

(1)التفسیر التفسیر ج1ص89

علماء اور محققین در منثور یا المنار جیسی تفا یر کی طرف رجوع کرتے ہیں تو بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ آئمہ معصومین نے قرآن کی تفسیر کرنے میں تنی سنین اور شکل دشواریوں سے مقابلہ کیا ہے ،رجوع کیجئے۔[1]

اصاب میں سے جو مفسر قرآن تھے:

اصاب میں سے جو مفسر قرآن ہے ان کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں:

الف) اصاب رسول میں سے مفسر قرآن۔

ب) دیر آئمہ معصومین (ع) ے اصاب میں سے جو مفسر قرآن ہیں۔

1) عبداللہ ابن عباس: حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے چچا زاد بھائی تھے حضرت پیغمبر اکرم (ص) کی وفات ے وقت ان کی عمر 13 سال بتا ئی جاتی ہے آپ بچپنے سے ہی حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے ساتھ ہوتے تھے لہذا اصاب رسول (ص) میں سے شمار کیا جاتا ہے ، حضرت پیغمبر اکرم (ص) نے آپ ے بارے میں فرمایا:"اللهم علّمه الحكمة"[2]"پرورد را اس کو دین میں فقیہ بنا ئے اور اس کو تاویل یعنی تفسیر قرآن سے نوازے"حضرت پیغمبر اکرم (ص)نے آپ کو اپنی آغوش میں لیا ا اور فرمایا کرتے تھے :

"اللهم فقهه فى الدين و انتشر منه" (3)"پرورد را اس کو دین میں فقیہ بنا اور دین کی نشر و اشاعت کرنے کی توفیق عطا فرما"

....

(1)در منثور، المنار، صافی

(2)التفسیر التفسیر ج1 ص68

(3)سفینۃ البحار ج2 ص 154

لہذا علوم قرآن میں آپ کی شخصیت اور مقام و منزلت کا اندازہ ایسے القاب سے بخوبی ہوسکتاہے کہ ابن عباس کو ترجمان القرآن ،فارس القرآن ، احبر الامۃ، بحر الامۃ، رئیس المفسرین ، شیخ المفسرین سے یاد کیاجاتاہے۔[1]

اگر چہ بہت سارے محققین اور مفکرین نے آپ کو حضرت امام علی (ع) کے شاگردوں اور اصحاب میں سے شمار کیاہے۔

لہذا جناب ذہبی نے اپنی گرانبہا کتاب میں نقل کیا ہے:ما اخذت من تفسیر القرآن فعن علی ابن ابی طالب"[2]

"جو کچھ میں نے تفسیر قران کی ہے وہ حضرت علی ابن ابی طالب سے دریافت کی ہے، اس جملے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی (ع) نے ہی ان کو تفسیر کے اصول و ضوابط سے آگاہ کرایا تھا۔

لیکن ابن عباس کا اصحاب رسولؐ میں سے ہو جانا اور حضرت علی (ع) کے شاگردوں میں سے شمار کئے جانے میں کوئی تضاد اور ٹکراو نہیں پایا جاتا ہے ،ہم اس کو اصحاب رسول (ص) کے مفسر ین میںنے شمار کرسکتے ہیں۔

2۔ عبدا للہ ابن مسعود :آپ سے تفسیر قرآن کے بارئے میں بہت زیادہ احادیث منقول

....

(1)مقدمہ تفسیر مال مراغی)

(2)التفسیر المفسیر ج1 ص89

ہیں آپ حافظ قرآن تھے حضرت پیغمبر اکرم (ص) ے خاص الناص اصاب میںسے شمار کیا جاتا ہے حتی بعـض محقق‌ین نے اپنی

کتابوںمیںلکھا ہے کہ حضرت پیغمبر اکرم (ص) عبد اللہ ابن عود کی زبان سے قرآن کی تلاوت کی سماعت کو پسند کرتے تھے ۔[1]

مفکرین اور محققین ان کو ان گیارہ افراد میں سے قرار دیتے ہیں جو خاندان اہل بیت سے دوستی اور محبت کر نے م‌یں معـروف اور

شہور تھے ،آپ تفسیر قرآن اور علم قرائت میںبہت زیادہ معلومات ے حامل تھے ،حتی کچھ محققین آپ کو ا می مفسرین م‌یں سے

اہم مفسر سمجھتے ہیں،اور تابعین ے زمانے میں کوفہ ے مفسرین ے اصول وضوابط اور پایہ گذاری ،تفسیر ابن عود بتا یا گیا ہے ۔

3۔ ابی ابن عب: آپ احبارِ ود میںسے تھے جب آپ سمان ہوئے تو کاتبین وحی قرار پایا ، آپ اصـاب ے دور م‌یں شـ ور

ومعروف مفسر قرآن سے یاد کرتے تھے آپ قدیم یَ ودی کتابوںسے آ ہ تھے ،لہذا آپکی عظمت اوراہمیت دوسرئے مفسرین کی بہ نسـبت

زیادہ ہے ،جناب برسی علیہ الرحمۃ جیسے مفسر قرآن نے اپنی تفسیر میںہر مطلب پر ابی ابن عب ے نظریے اوراحادیث سے استدلال کیـا

ہے۔

....

(1)سفینۃ الب ار ج 2 ،ص 37

4۔ جابر بن عبد اللہ انصاری : اصحاب ے دور میں شہور ومعروف مفسرین میں سے ای جابربن عبد ا للہ انصاری ہیں ،جناب ابن الخیر نے اپنی کتاب طبقات المفسرین میں اس کو مفسرین ے پہلے طبقہ میںشمار کیا ہے ،آپ نے حضرت پیغمبر اکرم (ص) سے ساتھ 18 جنگوں میں شرکت کی اور جنگ صفین میں آپ نے اصحاب علی (ع) کی حیثیت سے بڑھ چڑھ ے حصہ لیا آپ پیغمبر اکرم (ص) ے طویل العمر اصحاب میںسے تھے امام محمد باقر کو حضرت پیغمبر اکرم (ص) کا م عرض کیا ، جناب عطیہ تابعین ے مفسرین میں سے تھے ،روایت کی ہے جب امام حسین کی شہادت ے بعد جابر نے حضرت کی زیارت کوآنا چاہا تو عطیہ بھی آ پکے ہمراہ تھے آپکی شخصیت رجال اوردرایہ جیسے موضوعات پر لکھی ہوئی کتابوں میںواضح الفاظ میں بیان ہوئی ہے آپ 94سال کی عمر میں دنیا سے رخصت کر گئے ۔[1]

5۔زیدبن ثابت :اصحاب ے دور میںمشہور ومعروف مفسرین میں سے ای تھے آپ پیغمبرؐ ے دور میں کاتبین وحی میں سے ای تھے ، آپ مدینہ منورہ میں قضاوت اور فتوی وعلم قرائت سے لوگوں کو سیراب کرتے رہے جب ابو بکر کا دور شروع ہوا تو زیدبن ثابت کوقرآن کی جمع آوری کا حکم دیا ،نیز دور عثمانی میں عثمان بھی قرآن کو زیدبن ثابت کی قرآت ے مطابق قرات کرنے کی تائید کی ۔

....

(1)اسد الغابۃ ج 1 ص 258

حتی ابن عباس علوم قرآن اور مفسر قرآن ے ماہر ہونے ے باوجود زید بن ثابت ے دولت سرا جاتے تھے تاکہ م ید علم قـرآن سے فیضیاب ہوسکیں۔

6۔میثم تمار :جبیر وغیرہ کو بھی اصاب رسول (ص) ے مفسرین میں سے قرار دیا ہے لہذا اختصار ے پیش نظر انہی چند مفسـرین ے نام لینے پر اکتفاء کروں ۔

تابٰین کے دور یں م روف مفسرین :

1۔ سعید بن جبیر :تابعین ے ش ور ومعروف مفسرین میں سے ای تھے جنہوں نے اپنی تفسیر ے اصول وضوابط کو جنـاب ابـن عباس سے لیا ت ا ،ابن خلکان نے اس کی تفسیر ے اصول وضوابط ابن عباس سے لینے کی تصدیق کرتے ہوئے فرمایا وہ تـابعین ے دور میں بہت ہی معروف اوربر جستہ مفسر شمار ہوتے تھے ۔[(1)]

سٔ ان ثوری ے کہنے ے مطابق تفسیر قرآن کوچار ہستیوں سے لینا چاہیے ،سعید بن جبیر ، مجاہد ،عکرمہ ،ضاک ۔[(2)]جناب سعید بن جبیر حجاج بن یوسف کی اذیت اور سختی میںشہادت پر فائ ہوئے ۔

2۔مجاہد بن جبر مکی : آپکی نیت ابو الجاج تھی ابن عباس ے شاگردوں میںسے ممتاز شاگرد تھے اپنی تفسیر ے اصـول وضـوابط کـو حضرت علی ؑاور ابن عباس سے لیتے تھے اہل سنت ے مفسرین بھی آپکی خاص اہمیت ے قائل ہیں ۔[(3)]

----

(1)وفیات الاعیان ج 1ص363 (2)الاتقان ج 2ص 323(3)ذ ہی التفسیرالتفسیر ج 1 ص106

3۔عکرمہ:تابعین ے شور ومعروف مفسرین میںسے ای عکرمہ کوبتایا جاتا ہے ،جنوں نے اپنی تفسیر ے اصول اورخ کو حضرت علی

(ع) اورجناب ابن عباس سے لیا تا مرحوم محدث قمی نے لکا ہے کہ عکرمہ شیعہ امامیہ ے مفسرین میںسے نہیںنہیں[1]

حتی بعض محققین ے نظریے کی بناء پر وہ خوارج میںسے تھے ،[2]

اس بات کی تائید ے طور پر امام محمدباقر سے یہ روایت ہے ،ای دن آپکی خدمت میں عکرمہ ے احتضار اور موت کی حالت

کاتذکرہ ہوا تو آپ نے فرمایا اس۔ میری رسائی ہوتی تو میں اس کو جنم کی آگ سے نبات دیتا ۔[3]

4۔عطا بن ابی ربح مکی :آپ مکہ ے نامور و شور مفسرین میں سے ای تھے چنانچہ خود نے کہا ہے کہ میں نے اصاب میں سے

تر نفر کو درک کیا ہے ، قتادہ نے کہا کہ عطاء بن ابی رباح اپنے دور میں معارف ا می اوردینی معلومات ے حوالے سے مثال

تھے چنانچہ ذ بی نے لکا ہے کہ جب لوگ دینی سائل اورمعارف ا می ے متعلق رجوع کرتے تھے

....

(1)سفینۃ الب ار ج2،ص 216

(2)مذاہب التفسیر الا می ص96

(3)سفینۃ الب ار ج 2 ص 216

تو ابن عباس نے کہا اہل مکہ عطاء بن رباح ے ہوتے ہوئے مجھ سے کیوںرجوع کرتے ہیں ؟[1]

آپ کو تفسیر ے موضوع پر قدیم ترین مصنفین میںسے شمار کیاجاتا ہے ، اورانُ وں نے اپنے تفسیر ے اصول اور قواعد کو ابن عباس سے لیا تھے ۔

5۔ طاوس بن یسان یمانی : شیخ طوسی اورصاحب روضات نے اس کو اصاب امام سجاد میںسے قراردیاہے ،اوربعـض محققـین اس کوشـیعہ امامیہ مانتے ہیں جبکہ دیر مفکرین اور محققین نے انہیں اہل سنت ے مفسرین میںسے قرار دیا ہے، اور آپ نے اصـاب رسـول (ص) میںسے پاس نفر کو درک کیا ا ،آپ کی سب سے زیادہ ابن عباس سے آمد ورفت تھی ، لہذا انُ وں نے تفسیر ے طرزاورقواعد کو ابـن عباس سے لیا ہے۔

صفات ے دامن میں گنائش نہ ہونے کی وجہ سے ہر ای دور ے مفسرین کی تفصیلی گفتگو سے پر ہیز کرتے ہوئے فقط فہرسـت وار خ صہ کو بیان کریں گے تاکہ قارئین محترم کو آسانی ہو جائے۔

....

(1)ذ ہی التفسیر التفسیر ج 1ص 113

ا اب کے دور یں ؒ ور مفسرین :

عبدا للہ ابن عباس

عبدا اللہ ابن عود

ابی بن عب

زید بن ثابت

جابر بن عبد اللہ انصاری

جن ے بارے میں اجمالی گفتگو ہوچکی ہے م ید معلومات اور آ ہی کی خاطر کتب ذیل کی طرف رجوع کرسکتے ہیں (1)

تاٰ ین کے دور یۃ روف مفسرین :

الف : مکہ ے مفسرین :

سعید بن جبیر

مُاہد

عکرمہ

عطا بن ابی رباح ،طاووس بن یسان

....

.. (1)التفسیر التفسیر ج1ذہبی)مذاہب التفسیر الا ی ،الاتقان ج2 ،طبقات ابن سعد)

ب :مدینہ کے مفسرین :

ابو العالیہ رفیع بن مہران ریاحی

زید بن اسلم

محمد بن عب

ج۔عراقی مفسرین :

ابو سعید حسن بصری

قتادہ بن دعامہ سدوسی

ابو صالح باذان بصری

مرۃ ہمدانی کوفی

علقمہ بن قیس کوفی

سروق بن اجدع کوفی

عامر شعبی کوفی

جابربن یزید جعفی

اسماعیل بن عبد الرحمن

متنزتہ مفسرین کے اسامی رامی :

1۔ عطا بن ابی سمہ خراسانی

2۔ محمد بن سائب کلبی

3۔ علی بن ابی طلۃ

4۔ قیس بن سلم

5۔ سمان بن مہران

6۔مقاتل بن سلیمان ازدی خراسانی

7۔ضاک بن م احم لی

8۔عطیہ بن سعید عوضی جدلی خراسانی

ان ے ع وہ دیر مفسرین کا نام نہ لینے کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہ مفسرین قرآن نہیں تھے بلکہ اپنی کم عمس کا اعتراف کرتے ہوئے محققین سے درخواست ہے کہ بر جستہ محققین اور مؤلفین ے گرانبہا مفصل آثار کی طرف رجوع کیجیے ۔

لہذا ہم یہاںپر فقط چند تفا یر کی معرفی کرینگے ۔

الف : ال سنۃ ں ؒور وم روف ت ا یر :

جام القرآن فی تفسیر القرآن -- ابن جرید بری

تفسیر حر العلوم -- ابن لیث سمرقندی

الکشف والبیان ن تفسیر القرآن -- ابی اسحاق تعلیمی

معالم التنزیل -- ابی محمد حسین بغوی

المحر ر فی تفسیر الکتاب العزیز -- ابن عطیہ اندلسی

تفسیر القرآن العظیم -- ابی القداالحافظ ابن کثیر

الجواہر الحسان فی التفسیر القرآن -- عبد الرحمن الثعالبی

الدرالمنثور فی تفسیر الماثور -- ج ل الدین سیوطی

ان تمام تفا یر میں آیات کی تو نیح اور تفسیر روایات اور سنت نبوی کی روشنی میں کی گئی ہے ۔

لہذا شیعہ امامیہ کی کچھ تفا یر روائی کی طرف اشارہ کرنا ضرور ی سمجھتا ہوں ۔

تفسیر قمی -- علی بن ابراہیم

تفسیر نور الثقلین -- عبد العلی حوی ی

تفسیرابرہان -- سید ہاشم ‌حرانی

تفسیر صافی -- ۔ ُ ن فیض کاشانی

تفسیر الائمۃ لہدا یۃ الامۃ-- ،میرزا محمد رضا

تفسیر عیاشی -- محمد بن سعود

التفسیر با الماثور -- مولی علی اصغر قائنی

ان ے ع وہ دیۃرتفا یر قرآن ،قرآن کی روسے یا عقل اوردیۃر ادبی روسے کی گئی ہیں ،فریقین ے مُققین نے کافی زحمت کی ہے،جنکی تعداد بہت زیادہ ہے ۔

ا باز قرآن کا اجمالی ۃ ارف :

علوم قرآن ے مباحث میں سے کچھ بہت شکل اورپیچیدہ ہیں جسکی بناء پر ا می مکاتب فکر اور مُققین نے بہ اروں زحمتیں اٹھ ا کر فہم قرآن کی خاطر شب وروز ان سائل کی شرح اورتو یح کرتے ہوئے نظر آتے ہیں انہی سائل میںسے ای اعجاز قرآن کا سئلہ ہے جس ے بارے میںعماء اورعلوم قرآن ے ماہرین نے مفصل بہت بڑے حجم کی کتابیں اور تقیقی مقالات ہر دور میںپیش کیے ہیں تاکہ قرآن پر ہونے والے اشکالات اورشبہات کا ازالہ ہو سکے ۔

لہذا اعجاز قرآن پر جتنے بھی اشکالات وارد ہوئے ہیں سب کا جواب ہر دور میں بہت ہی مستدل اور اچھے طریقے پر دیاگیا ہے ،رجوع کے لئے بہترین کتاب استاد محترم حضرت آیت اللہ فاضل لنکرانی اعلی اللہ مقامہ ،المدخل التفسیر،المیزان ج 1۔البیان فی تفسیر القرآن کافی ہے۔

لیکن کوئی یہ خیال نہ کرے کہ اتنے سارے مقالات اورکتب کے باوجود اس موضوع پر قلم اٹھانا مفید نہیں ہے !کیونکہ ہمارا مقصد علوم قرآن کا اجمالی تعارف اردو زبان میں بیان کرنا ہے تاکہ اس وقت کے مفسرین جان لیں کہ تفسیر بالرای شریعت اسلام میں ممنوع ہے اورتفسیر قرآن لکھنے کے لئے فقط پیسے اوراثر ورسوخ کافی نہیں ہے بلکہ علوم قرآن کو سیکھنے کے بعد علوم قرآن سے نتائج کی حیثیت سے تفسیر قرآن پیش کریں لہذا اعجاز قرآن کا اجمالی تعارف کرانا ہمارا اخلاقی فریضہ ہے جس کوذکر کررہے ہیں ۔

اعجاز قرآن کے بارے میں تین نظریے قابل تصور ہیں:

الف : قرآن معجزہ نہیں ہے یعنی قرآن کی مانند اورمثل لانا ناممکن نہیں ہے !

اس نظریے کو برسوں سال پہلے خود قرآن کریم نے ہی بہت ہی زیبا اورادبی الفاظ میں جواب دیاہے جیساکہ : فاتو ابمثلہ ،"اور کبھی یوں ارشاد فرمایا "اس کی مانند دس سورئے لاسکتے ہو تو لاؤ!اور کبھی فرمایا "جن وانس مل کر اس قرآن کی مانند پر اتفاق کریں تو بھی نہیں لاسکیں گے "ان جیسی اور بھی بہت سی آیات موجود ہیں ، جیسے سورہ انعام ، نحل،بقرہ ،بنی اسرائل ،کی بعض آیات تحدی کا ضرور مطالعہ کیجیے ،مرحوم علامہ طباطبائی المیزان ج 1 میں معجزہ کی حقیقت اورکمیت و کیفیت کو بہت ہی اچھے انداز میں بیان فرمایا ہے اورتمام شبہات واعتراضات کا منہ توڑ جواب دیاہے ۔

ب: جو لوگ قرآن کو معجزہ یعنی قرآن کی مانند اورمثل لانے کو ناممکن نہیں سمجھتے ہیں ان میں سے کچھ نظریہ صرف سے قائل ہیں یعنی قرآن کی مانند اورمثل لانا عقل کی روسے ناممکن نہیں ہے لیکن جب بھی انسان قرآن کی مانند لانا چاہتا ہے تو اللہ اس کی قدرت کو سلب کرتا ہے ،لہذا عقلاً اس کی مانند لانا ممکن سمجھتے ہیں لیکن عملاً نہیں لاسکتے چونکہ اللہ اس کی قدرت کو سلب کرتا ہے ۔!

اس نظریے کے قائلین بھی اسلامی مکاتب فکر میں کم نہیں ہیں ،جناب استاد محترم ڈاکٹر رجبی دام عزہ اپنے لیکچر میں بہت نفر کا نام لیا ہے کہ یہ لوگ اعجاز قرآن کے بارے میں صرف کے قائل ہیں۔

ذراسا توجہ کریں تو معلوم ہو کہ یہ نظریہ آیات تحدی کے ظہور اوردلیل عقل کے ساتھ سازگار نہیں ہے کیونکہ ایک طرف سے اس کی مانند لانے کوممکن سمجھنا تودوسری طرف سے عملاً لاکر دکھانے میں قاصر کے قائل ہوجانا !یہ دو باتیں اعجاز قرآن کے بارے میں آئی ہوئی ادلۃ کے ساتھ تضاد رکھتی ہیں ۔!

ج : قرآن معجزہ ہے ، جسکی حقیقت اورکمیت وکیفیت کو سمجھنے کے لئے رجوع کیجیے ۔(1)

اور تمام مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن معجزہ ہے تاقیامت کوئی قرآن کی مانند اورمثل نہ اب تک لاسکا ہے اورنہ ہی لاسکے گا ، لہذا نزول قرآن کے دور میں ہی تمام فصحاوبلغا جمع ہوگئے ۔سب نے اعتراف کیا کہ اس سے فصیح اور بلیغ کوئی کلام نہیں ہوسکتا

جب یہودیوں کا دور شروع ہوا تو سورہ کوثر ،سورہ حمد ، سورہ عادیات ، سورہ انشقاق

....

(1)المیزان ج1بحث اعجاز قرآن بہت ہی مفصل اورمفیدہے ، مدخل التفسیر ابحاث حول اعجاز القرآن ، حضرت استاد محترم فاضل لنکرانی اعلی اللہ مقامہ)

کی مانند سورتوں کو بنا کر قرآن میں شامل کرنے کی کوشش کی گئی ، خوش قسمتی سے نہ فقط خود ساختہ سورتوں کو قرآن میں شامل نہیں کیاجاسکا ،بلکہ اپنی نادانی اورجہالت کااعتراف بھی کرنا پڑا ،اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے جملات جو آج کاغذوں پر ثبت ہیں ان کی ملامت کرتے ہیں ۔

مرحوم علامہ طباطبائی نے المیزان جلد اول میں اعجاز قرآن کی بحث میں اعجاز قرآن کے مسئلہ کو بہت ہی مفصل اورعلمی، فلسفی اورعقلی اصول وقواعد کی روشنی میں بیان کیا ہے ۔

لہذا قارئین محترم کو حقیقت اعجاز پر کئے ہوئے علمی اورعقلی اشکالات کا بہت ہی اچھے طریقے سے جواب دیا گیاہے مزید اس موضوع کے بارے میں قارئین سے وقت لینا مناسب نہیں سمجھتا لہذا اختصار کے طور پر علامہ مرحوم طباطبائی کے تحقیقاتی اور علمی مطالب میں سے کچھ ذکرکرنے پر اکتفا کرتے ہیں ۔

علامہ فرماتے ہیں کہ قرآن من جمیع الجہات جو قابل تصور اورتعقل ہے معجزہ ہے ، یعنی یہ کہنا غلط ہے کہ قرآن فقط فصاحت وبلاغت کے حوالے سے معجزہ ہے ،یا نظم وضبط اورترکیب و تحلیل کے حوالے سے معجزہ ہے ،یا ادبی نکات اوراصول وضوابط کے حوالے سے معجزہ ہے ،بلکہ قرآن تمام جہات کے اعتبار سے معجزہ ہے ،علمی ،سیاسی ،ثقافتی ،اجتماعی ،انفرادی،اقتصادی ،تربیتی ،اخلاقی ،ادبی ،فقہی ،عقلی ،فصاحت وبلاغت ،نظم وضبط وغیرہ کے حوالے سے معجزہ ہے کوئی بھی مادی انسان مادی نظام کی روشنی میں اپنی گفتگو چاہے اقتصادی اورمعاشیات کے ماہر ہوں یا سیاسی اورعلمی ثقافتی اوراجتماعی اورادبی بلاغت وفصاحت نظم وضبط تحلیل وتفسیر کے جس مرحلے پر فائز ہوں قرآن کی مانند اورمثل نہیں لاسکتے

لہذاوہ آیات جس میں اللہ نے بشر کو چیلنج کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ قرآن کی مانند اورمثل انسان اورجن باہم مل کر لانا چاہیں تو بھی نہیں لاسکیں گے ایسی آیات ہر جہات سے چیلنج کرتی ہیں ،کہ تاقیامت کوئی اس کی مانند ای سورہ ،یا ای آیت کی بات تو دور کی بات ہے ،ای جملہ بھی نہین سکتے اور یہی قیامت ے لئے سب سے بڑا معجزہ ہے [1]

جسکو ثابت کر نے ے لئے مرحوم طباطبائی نے آیات ے ع وہ عمی و عقلی برہانوں سے استدلال کیاہے ،یعنی قرآن کریم میںجو عمی اوراخلاقی اورتربیتی یا دیر سائل کو جس انداز میں اللہ نے بیان کیاہے اس انداز میںکوئی انسان پیش نہیں کرسکتا اوریہ قرآن کی عظمت اوراعجاز کا منہ بولتا ثبوت ہے ۔

تبھی تواس م ے ساتھ صدر ا م سے اب تک اتنی عداوت اوربغض ے باوجود کبھی بھی قرآن کو نہیں مٹا سکے ، یہ اللہ کی بڑی منت ہے کہ جس نے قرآن کو ایسے مطالب اورالفاظ پر ناز ل فرمایا کہ جس کی دنیاکی کوئی بھی طاقت مقابلہ نہیں کرسکتی۔

....

(1)المیزان ج1بحث قرآن ،طباطبائی)

لہذا شاید" انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون "کا اشارہ ایسے مطالب کی طرف ہو تبھی تو سورہ کوثر کے مقابلہ میں" انااعطیناک الجواھر فصل لربک وجاھر ولا تعتمد قول ساحر!یا سورہ حمد کے مقابلے میں" الحمد لرحمن رب الاکوان ملک الادیان لک العبادۃ وبک المستعان اھدنا صراط الایمان "!!!

یا دیگر سورتوں کو بنانے والے کے جملات ہی ان کی مذمت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں انہیں جملات اور کلمات سے ہی ان کی کم فہمی حیت اورفہم ودرک اورقرآن کے ساتھ عداوت کا بخوبی اندازہ کرسکتے ہیں آپ غور کیجیے ایسے افراد کتنی جہالت اورتاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں کہ سورہ کوثر میں" انا ""اوراعطیناک "کو عین قرآن کے الفاظ میں تکرار کیا ہے جبکہ اسکا دعوی ہے کہ ہم اس کا مثل لائینگے ،اسی طرح "کوثر "کی جگہ "جواہر" کاکلمۃلایا ہے "جواہر" اور"کوثر "کے معنی میں زمین آسمان کا فرق ہے ،کلمہ" اعطا " سے متعلق "جواہر" کو قرار دینے اور"کو ثر" کو قرار دینے میں ادبی اورفصاحت وبلاغت کے نقطہ نظر سے بہت بڑا فرق ہے ، پھر" فصل لرب " کی جگہ عین الفاظ قرآن کو تکرار کیا ہے جبکہ اس کی پوری کوشش اس کی مانند لانا ہی ہے ،"وانحر"کی جگہ "جاہر" ،"ان شانئک ہو الابتر" کی جگہ "ولاتعتمد قول ساحر "لانے سے فقط اپنی ضمیر کی عکاسی کے علاوہ کچھ نہیں ہے ،کیونکہ ان دوجملوں کے الفاظ اورمعانی فصاحت وبلاغت کے اعتبار سے اور ادبی حوالے سے ان دونوں کے درمیان مقائسہ کرنا ہی غلط ہے ۔!

نیز سورہ حمد ے مقابلے میں خود ساختہ سورہ کو سورہ حمد سے مقایسہ کیجیے کہ کلمہ" الحمد" عین وہی لفظ ہے جو قرآن میں آیاہے جبکہ اس کا ہدف اس کی مانند اور مثل لاکر اللہ ے عج کوثابت کرنا ہے ،"للہ" کی جگہ" لرحمن" لا یا جبکہ" لرحمن" اولا قرآن سے ہی الفاظ میں سے ای ہے ثانیا اللہ کا لفظ علم ہے اور لفظ رحمن اس کی صفت ہے کلمہ الحمد ے ساتھ لـرحمن لانے اورالحمـر سے ساتھ للہ لانے میں جو فرق پایا جاتا ہے وہ اگرکسی کو معلوم نہ ہو تو اس صورت میں اس شخص کو عالم کہنے ے ۰ بائے اس کا عـ ج کروانا چاہیے۔

اسی طرح کلمہ" رب "کو عین قرآن ہی کا ای لفظ ہے تکرار کیا ہے اوررب ے بعد عالمین کی جگہ" اکوان" کو لا یـا ہے" اکـوان" کلمۃ"کون "کا جمع ہے ۔

جبکہ' ' عالمین "ے بارئے میں اختـ ف ہے ، یہ کسی مفرد کی جمع نہیں ہے کیونکہ عالم متعدد نہیں ہیں ،البتہ کچھ مفسـرین نے فرمایا ہے کہ کلمہ "عالمین" "عالم "کی جمع ہے" عالم" اس کا مفرد ہے اس نظریے کی بناء پر بھی" اکوان" اور"عالمین "ے معنـی لغـوی اوراصط حی میں فرق پایاجاتا ہے "کون" افعال عموم میں سے ای ہے جبکہ "عالم" افعال مخصوص میں سے ان سے متعلقـات اورقیـودات ے اعتبار سے قابل جمع نہیں ہے کیونکہ یہ دو لفظ مترادف نہیںنہیں۔

ثانیا" اکوان" جمع مکسر ہے جبکہ عالمین جمع سالم ہے ان ے معانی اور فصاحت اور ب غت ے اعتبار سے بھی قابل جمع نہیں ہے ۔

قرآن ے مثل لانے ے دعویدار کو چاہیے کہ وہ وہی کمیت اور کیفیت ے ساتھ الفاظ کو لائیں جو سورۃ حمد مینموجود ہـیں ،اگـر کو ئی جمع سالم کی جگہ جمع مکسر کو استعمال کرے یا مفرد ے بدلے میں جمع استعمال کرے یا جمع کی جگہ تثنیہ کو استعمال کرے تو یہ اسکی جہالت کی ع مت سمجھ ا جائے ۔

مالک یوم الدین کی جگہ ملک الادیان کو لا یا گیا ہے اگر ان دو جملوں کو باہم معنی اور نظم وضبط اور فصاحت وبلاغت کے حوالے سے مقائیسہ کریں تو بخوبی ایسے افراد کی جہالت اور کم علمی کے ساتھ انتہائی پستی کا بھی انداز ہ کیا جاسکتا ہے۔

مزید ہمیں ان باتوں کی تحلیل وتفسیر کرتے ہوئے اپنے قیمتی اوقات کو ضائع نہیں کرنا چاہیے ۔

تلاوت کلام پاک کی عظمت :

تلاوت کلام پاک کا عنوان علوم قرآن کے مسائل میں نتیجہ اور ثمرہ کی حیثیت رکھتا ہے جب ہم علوم قرآن کے مسائل سے فارغ ہوئے تو ان کے نتائج کی طرف بھی اجمالی اشارہ کرتے ہیں تاکہ علوم قرآن کی اہمیت کا پتہ چلے ،اورقرآن کے متین مطالب کو صحیح معنوں میں درک کرنے میں دشواری نہ ہو اور معاشرے کو نورانیت قرآن کے ذریعے منور کرسکیں، لہذا خاتمہ کے طور پر علوم قرآن کے عناوین سے باخبر ہونے کے ساتھ کلام پاک کی تلاوت کرنے کی اہمیت سے بھی واقف ہوناضروری ہے کیونکہ ہر پڑھے لکھے مسلمان بہن بھائیوں کی سیرت اس طرح کی ہے کہ کم از کم 24گھنٹوں میں سے ایک وقت ضرور قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور شریعت میں بھی کلام پاک کی تلاوت کرنے کی بہت تاکید کی گئی ہے ،لیکن اگر ہم تلاوت کے طور و طریقے اور اصول وضوابط سے کماحقہ آشنائی نہ رکھتے ہوں تو یقینا تلاوت کلام پاک کا جو خاص اثر ہے اس سے محروم رہ جائینگے ،لہذا بہتر ہے کہ درجہ ذیل عناوین کی روسے تلاوت کلام پاک کے قواعد اور اہمیت کو اپنے محترم قارئین کے لئے پیش کریں :

الف : ت وت قرآن قرآن کی رو سے ۔

ب: سنت کی روسے ۔

ان عناوین کی وضاحت سے پہلے ت وت کا م پاک کے فارمولوں کو بیا ن کروں تاکہ لوگ ثواب اور فوائد ت وت کا م پاک سے زیادہ سے زیادہ بہرہ مند ہوسکیں ۔

1۔ ت وت کا م پاک ہمیشہ باوضو کرنا چاہیے ۔

2۔ ہر نماز کے بعد ت وت کرنا چاہیے ۔

3۔پاک وپاکیزہ جگہ جیسے ساجد اماکن متبرکہ جیسے روضات آئیمہ معصومین (ع) وغیرہ میں کرنا چاہیے۔

4۔قرآن کے حروف کو بغیر وضو کے چھونا حرام ہے ،لہذا باوضو قرآن کی ت وت کرنا چاہیے

5۔ت وت سے پہلے اور ت وت کے بعد محمد وآل محمد (ص) پردرود بھیجنا چاہیے ۔

6۔ت وت سے پہلے جو دعائیں آئمہ معصومین (ع) سے ہم ت پہنچی ہیں ان کی قرات کرنا چاہیے

7۔ ت وت کے وقت روبہ قبلہ ہوناچاہیے ۔

8۔ت وت کے دوران عام اور عادی حالت کی طرح گفتگو سے پر ہیز ، دیگر کتب کی طرح ہاتھ میں قرآن رکھ کر مذاق یا کھیل وکود سے اجتناب کرنا چاہیے ۔

9۔ قرآن کی تلاوت کے وقت تفکر اور تدبر کرنے کی سفارش کی گئی ہے لہذا اس کا خیال رکھنا چاہیے۔

10۔ ترجمہ شدہ قرآن کی تلاوت کی صورت میں غور وخوص کے ساتھ ترجمہ کو درک کرنے کی کوشش کرنا چاہیے ۔

11۔تلاوت کے وقت قصد قربت اور تلاوت کے بعد والدین اور دیگر مومنین کے حق میں دعا کرنا چاہیے ۔

13۔تلاوت کے دوران جن آیات میں عذاب کا ذکر ہوا ہے اللہ سے نجات کی درخواست اور آیات رحمت کی تلاوت کے وقت اضافۂ رحمت کی دعا مانگنا چاہیے ۔

14۔الفاظ قرآنی جو مخصوص مخارج کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں لہذا حسین آواز کے ساتھ صحیح مخارج سے ادا کرنے کی کوشش کرنا چاہیے ۔

15۔ آیات کو ترتیل (ٹھہر ٹھہر)کے ساتھ پڑھنا چاہیے ۔

16۔تلاوت سے پہلے شیطان کے شر سے محفوظ رکھنے کی خدا وند عالم سے دعا کرنا چاہیے (اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم)

17۔ قرآن ایک باعظمت اور نہایت درجہ کی حامل کتاب ہے لہذا ان تمام مکانات میں جہاں اس کی بے احترامی ہوتی ہو وہاں اجتناب کرنا چاہیے ۔جیسے گلی کوچوں میں ۔

18۔غسل جنابت ،یاغسل حیض یا نفاس واستحاضہ کے ہوتے ہوئے تلاوت کرنا اگر چہ جائز ہے لیکن سات آیات سے زیادہ کی تلاوت کرنا مکروہ ہے واضح رہے کہ جن سورتوں میں واجب سجدے ہیں کہ جنہیں سورہ عزائم بھی کہا جاتا ہے مذکورہ غسلوں کے ساتھ ان کی تلاوت کرنا بھی جائز نہیں ہے ۔

19۔ قرآن کی تلاوت کے وقت وضو کے علاوہ بدن ولباس وغیرہ کا بھی پاک وپاکیزہ ہونا ،بہتر سمجھا جاتا ہے ۔

20۔ تلاوت کلام پاک کے وقت خشوع وخضوع کا ہونا زیادہ مناسب ہے ۔

21۔ ایسے حرکات اور سکنات کا انجام دینا جن سے قرآن کی بے حرمتی اور توہین کا باعث ہے ان سے پرہیز کرنا چاہیے ۔

22۔ قاری قرآن جیسے انداز میں تلاوت کرنا ادا ب تلاوت سمجھا جاتا ہے ، اچھی آوازمیں اور اوقاف وصل کے ساتھ اور تجوید قرآن کے قوانین کی روشنی میں تلاوت کرنا بہترہے ۔

23۔ یوں تو تلاوت کلام پاک کے لئے کوئی مخصوص وقت نہیں ہے اور کسی بھی وقت میں تلاوت مستحب اور ایک نیک عمل ہے لیکن کچھ احادیث میں تاکید کے ساتھ نماز فجر کے بعد تلاوت کرنے کی سفارش کی گئی ہے ۔

24۔ اصحاب رسول (ص) کی سیرت یہ تھی کہ ہر ہفتے میں مکمل قرآن کی تلاوت کرتے تھے۔اور مہینے میں کم از کم پانچ یا چار مرتبہ پورے قرآن کی تلاوت کرتے تھے اس بنا پر اگر ہم ہر ہفتے میں پورے قرآن کی ایک دفعہ تلاوت نہ کرسکیں تو ہر مہینے میں ایک دفعہ قرآن کی مکمل تلاوت کرنا چاہیے ۔

25۔ ماہ مبارک رمضان جس کو بہار قرآن سے تعبیر کیا ہے ،کم سے کم ہر روز ایک جزء قرآن کی تلاوت کرنے کی تاکید کی گئی ہے اورماہ مبارک رمضان سب سے افضل اوربہتر عبادت اور قرآن کی تلاوت کا مہینا قرار دیاگیاہے ۔

26۔ تلاوت کے وقت قرآن کو ہر قسم کی گندگی اور بے احترامی سے محفوظ رکھنا چاہیے ۔

27۔قرآن ے کچھ سوروں کو اپنی ذاتی خصوصیات کی بناپر ان سورتوں کو کچھ خاص اوقات میں ت وت کرنے کی سفارش کی گئی ہے جیسے کہ شب جمعہ ے لئے مخصوص کچھ سورتوں کی ت وت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ،اسی طرح ہرروز سونے سے پہلے کچھ سورتوں کا نام لیاگیا ہے جن کی ت وت کی تاکید کی گئی ہے، مفاتیح الجنان اورثواب الاعمال وعقابہا اورسنن ترمذی جیسی کتابوں کی ط۔رف مراجعہ۔ فرم۔ا سکتے ہیں ۔

28۔ اگر کوئی بچہ جو احترام قرآن سے نا آشنا ہو اور ت وت قرآن کرنا چاہے تو اس کو پہلے سے ہی آداب اوراحت۔رام ق۔رآن سے آ ہ کرنا چاہیے۔

29۔ کچھ لوگ خیال کرتے ہیں کہ ت وت قرآن فقط مردوں ے ساتھ مخصوص ہے جیساکہ کسی زمانے میںخ۔واتین کا ق۔رآن س۔یکھنا عیب سمج ا جاتا ت ا لیکن اس دور میں انق ب جم وری ا می ایران کی بر کت سے ایسے اوہام اورخام خیالی کا خاتمہ ہو چکا ہے اورالحمد للہ خواتین بھی مردوں ے شانہ بشانہ قرآن سے فیضیاب ہورہی ہیں لہذا خواتین کوبھی ت وت ے وقت صفائی اوروضواورطہارت کاخاص خی۔ال رکھنا چاہیے ۔

31۔ اہل بیت اطہار ،اصاب وتابعین سمیت عماء ومجتہدین کی یرت یہ رہی ہے کہ جب بھی کوئی موق ہ ت۔وقرآن ک۔ی ت۔ وت کرتے تھے ۔یہ عمل قرآن کی ت وت کی اہمیت اورعظمت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

32۔ اگر کسی حرمتی کی جگہ قرآن یا قرآن کا کوئی حصہ یا کوئی جملہ پڑا ہواہو تو اس کو فورا کسی پاک اورپاکیہ ہ جگہ پ۔ر رکھن۔ا چاہیے ۔

33۔ پورے عالم بشریت کاضابطہ حیات کا نام قرآن ہے لہذا زیادہ سے زیادہ اس کی تلاوت اور مفاہیم کو درک کرنے کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ دنیا وآخرت کے حقائق سے قرآن کی روشنی میںآ ہی حاصل کرسکیں ،افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایسا ضابطہ حیات انسانی کو اس دور میںہم فقط اموات کی فاتحہ خوانی تک محدود رکھے ہوئے ہیں۔!

مذکورہ تمام نکات اورمطالب اصول کافی جیسی گرانبہا کتابونمیںآئی ہوئی احادیث کا نچوڑ اورخلاصہ ہے ،مزید تفصیل کے لئے رجوع کریں (1)

الف: تلاوت کلام پاک کی اہمیت قرآن کی روشنی میں:

حضرت پیامبر گرامی کے مبعوث ہونے کا فلسفہ ہی قرآن کی تعبیر میں"یتلوعلیھم آیاتنا ویزکیھم "ہے جس سے تلاوت کلام پاک کی اہمیت بخوبی واضح ہوجاتی ہے ۔ (2)

نیز کچھ آیات کی تفسیر اس طرح کی ہے "ان الذین یتلون کتاب اللہ "

"یعنی جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں وہ اللہ کے فضل وکرم کے امید وار ہیں

"یا رسول من اللہ یتلو صحفا مطھرۃ "خداکے رسول (ص) جو پاک اوراق پڑھتے ہیں " (3)

قرآن کی تلاوت کے بارے میں قرآن کریم میں بہت سی آیات موجود ہیں ان

....

(1)اصول کافی ج2 باب فضل القرآن ، بحارالانوار کتاب القرآن

(2)سورہ جمعہ (3)سورہ بینہ

سے نہ صرف اہمیت وعظمت واضح ہوجاتی ہے بلکہ قرآن کی تۃ وت ے فوائد اورنتائج سے دنیا اورآخرت میں ۔ تفیض ہےونے کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے ۔

ب: تلاوت کلام پاک سنۃ ی روشنی یں :

ہماری گفتگو زیادہ ۃ کا دینے والی اور لمبی نہ ہو جائے اس لئے صرف چند ای روایات اوراحادیث کی طرف فقط اشارہ کرنے پر اکتفاکرونگا اگر کوئی تفصیلی معلومات ے خواہاں کا تو کتب ذیل کی طرف رجوع کرسکتاہے۔[1]

حضرت امام جعفر صادق -نے فرمایا :

"علیکم تلاوۃ القرآن فان درجات الجنۃ علی عدد آیات القرآن فاذاکان یوم القیامۃ یقال لقاری القرآن واقراء وارق فکما قرآیۃ رقی درجۃ ""تم قرآن کی تۃ وت کرو کیونکہ جنت ے درجات قرآنی آیات کی تعداد ے برابر ہیں جب قیامت برپا ہوگی تو کام پاک کی تۃ وت کرنے والے سے کہا جائے پڑ و اوراپنے درجات میں اضافہ کرتے جاؤ لہذاجب وہ ای آیت کی تۃ وت کرتا ہے تو اسکا ای درجہ بلند ہوتا ہے ۔![2]

....

(1) · ارالانوار کتاب قرآن ،اوراصول کافی ج 2باب فضل القرآن

(2)البیان ص 34

۳۔ حضرت پیامبر اکرم (ص) نے فرمایا :

"من قرا من کتاب اللہ تعالی فله حسنة والحسنة عشر امثالها لا اقول" الم "حرف ولیکن الف حرف لام حرف ومیم حرف ""اگر کوئی کتاب اللہ کی ایک حرف کی تلاوت کرے تو اسے ایک نیکی کاثواب دیا جاتا ہے اورنیکی کا دس ثواب ہواکرتا ہے ،میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ الم ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے لام ایک حرف ہے اورمیم ایک حرف ہے ۔[1]۔

تفسیر وتحلیل :

قلت وقت کی وجہ سے قارئین محترم کی توجہ کو تلاوت کی اہمیت پر دلالت کرنے والی آیات اوراحادیث کے بارے میںمفصل کتابوں کی طرف مبذول کرتا ہوںرجوع کیجیے تاکہ تلاوت کلام پاک کی اہمیت اورعظمت سے آگاہ ہوسکیں ۔

مزید روایات کے متعلق تفسیر درمنثور،تفسیر قرطبي کی طرف رجوع کریں مذکورہ روایات کا مقصد قرآن کی تلاوت کی عظمت کو بیان کرنا ہے ،حتی بعض روایات میںصاف لفظوں میںبیان ہوا ہے کہ جب قاری قرآن کو قبر میں رکھا جاتا ہے تو نکیر ومنکر جو اللہ کی طرف سے میت کو قبر میں رکھنے کے بعد سولات کے لئے مامور ہیںپوچھنے کے لئے آتے

....

(1) اصول کافی ج 2باب فضل القرآن

ہیں اورسولات ے وقت سختی سے پیش آئینگے اس وقت یہی قرآن ہے جس کی اس نے تہ وت کی تھی نکیر ومنکر سے س-فارش کرت-ا ہے اورکہتا ہے کہ تم اس پر سختی نہ کرو یہ وہی شخص ہے جس نے میری تہ وت کی ہے [1]

لہذاقرآن قبر میں ہمارئے شفیع قیامت ے ہولناک س-تیوں ے وقت نور کی شکل میں ہماری سفارش ے لئے آنی والی واحد کتاب ہے جسکی ہر وقت تہ وت کرنا چاہیے تبھی تو احادیث معصومین میں اس شخص کی مذمت کی گئی ہے کہ جس ے گھر میںقرآن ہو ل-یکن اس کی تہ وت نہ ہوتی ہو ۔

قرآن فہمی کے ئے درج ذیل علوم ں ضرورت :

الف : علم تجوید : علم تجوید وہ علم ہے جس میں ایسے قوانین اورقاعدہ کلیہ سے بحث کی گئی ہے کہ جس سے ق-رآن ے الف-اظ ے صحیح تلفظ اور صحیح مخارج کی ادائی گی کی مدد ملتی ہے ،اس ے ع وہ آواز کی خوبصورتی کی شق بھی کرائی ج-اتی ہے تاک-ہ ق-رآن کی تہ وت کو خوبصورت آواز میںتہ وت کرسکے ۔

ب: علم اللغۃ : جس میںقرآن ے ہر الفاظ ے لغوی اور اصط حی معانی سے ا ہ کیاجاتا ہے تاکہ ہم قرآن کو سمجھ سکیں ۔

....

(1)ثواب الاعمال وعقابہا

ج : علم الادب : جس میں نحو وصرف ے قوانین اورفارمولوں سے آ ہ کیاجاتاہے تاکہ قرآن جس پاک اوربلند اہ-راف اورمقاصد-ر ے لئے نازل ہوا ہے وہ آسانی سے معاشرے میں پیش کرسکیں ۔

د: تفسیر : جس میں آیات اورروایات عقل اوردیۂر علوم ے اصول وقوانین ے آیات کی شان ن ول اور الفاظ سے ظ-اہری اورب-اطنی معانی کی وضاحت کی جاتی ہے تاکہ قرآن ے حقائق سے ہر ای فیضیاب ہوسکے۔

اوراسی طرح ایسے علوم کو بھی فہم قرآن ے لئے سیکھنا چاہیے کہ جن کو علوم آلی یاخادم العلوم سے تعبیرکیا گیا ہے جیسے ، المن ق ،یاحکمت وغیرہ۔

یہ علوم قرآن فہمی کی راہ میں بنیادی اہمیت ے حامل ہیں ،لہذامدارس دینیہ اورحوزات میۂ طرح ایسے علوم کو بنیادی طورپریادکیا جاتا ہے اس طرح دیۂرتمام ا می مراکز میں بھی ترویج کرناچاہیے تاکہ قرآن ے پیغام سے تمام سمان حضرات معاشرتی اور انف-رادی زن-دگی میں فیضیاب ہوسکیں ۔

عظمت قرآن نظم کی صورت میں:

قرآن رب کی خاص عنایت کا نام ہے
قرآن نظم وضبط شریعت کا نام ہے
قرآن اک زندہ حقیقت کا نام ہے
قرآن زندگی کی ضرورت کا نام ہے

قرآن اک کتاب الٰہی جہاں میں ہے
قرآن کے بغیر تباہی جہاں میںہے

قرآن کردگار کی رحمت کا نام ہے
قرآن ذوالجلال کی عظمت کا نام ہے
قرآن اہل بیت رسالت کا نام ہے
قرآن ہی تو مقصدبعثت کا نام ہے

نازل کیا ہے اس کو خدائے جلیل نے

پَ پایاہے رسول تلہ جبرئیل نے

قرآن انبیاء کی کہانی کا نام ہے

قرآن لامکانکی نشانی کانام ہے

قرآن دین حق کی روانی کانام ہے

قرآن مُ طفی کی جوانی کا نام ہے

قرآن ے علم کی نہیدخد پناہ ہے

قرآن اک کتاب نہیندرسگاہ ہے

قرآن ہے نبی کی نبوت کامعجِ ہ

قرآن ہے خدا کی صداقت کا معجِ ہ

قرآن ہے رموز کی کثرت کا معجِ ہ

قرآن آج بھی ہے بٕ غت کا معجِ ہ

ایسی کوئی کتاب نہیںکائنات میں
قرآن کا جواب نہیںکائنات میں

تعظیم اس کتاب کی حق ے ولی نے کی
جسے مینسب سے پہلے نبی ے وصی نے کی
قبل ؛ ول اس کی ت ؛ وت علی (ع)نے کی
تصدیق اس کا م کی میرے نبی نے کی

قرآن وا ہلبیت کا یہ اتصال ہے
قرآن ہو علی (ع)ے بنا یہ محال ہے

قرآن کو گروہ میں بٹ کر نہ دیکھئے
لفظ ومعانی اس ے الٹ کر نہ دیکھئے
اوراق اس ے صرف پلٹ کر نہ دیکھئے
قرآن کو اہلبیت سے ہٹ نہ دیکھئے

قرآن دن حق کی ضرورت کا نام ہے
قرآن اہلبیت کی یرت کا نام ہے

ہے ذکر نوح کا کہیں آدم کا تذکرہ
عیسی کا ذکر ہے کہیں مریم کا تذکرہ
ہے جا با رسول مکرم کا تذکرہ
اور ہے کہیں پہ خلقت عالم کا تذکرہ

ہجرت کا تذکرہ کہیں ذکر غدیر ہے
ہے ذکر فاطمہ کہیں ذکرامیر ہے

حالات ے لحاظ سے آتی ہیں آیتیں
گھر میںکبھی جہاد میں اتری ہیں آیتیں
ان میں جو بیشتر ہیں وہ مکی ہیں آیتیں
مطلب ے اعتبار سے گہری ہیں آیتیں

چھوٹی بھی درمیانی کڑی بھی ہیں آیتیں

بعض ان میں نرم بعض کڑی بھی ہیں آیتیں

قرآن کیا ہے خالق اکبر سے پوچھئے

اس کی گرانی قلب پیمبر سے پوچھئے

یاپھر رسول (ص) ہی کے برادر سے پوچھئے

جس گھر کی بات ہے یہ اس گھر سے پوچھئے

قرآن اہلبیت نبی کے سوانہیں

قرآن اہلبیت سے ہرگز جدا نہیں

اس کے بغیر صاحب ایمان نہیں کوئی

اس کے بغیر اعلم دوراں نہیں کوئی

اس کے بغیر دین کا سلطان نہیںکوئی

حد ہے بغیر اس کے مسلمان نہیں کوئی

اس ے بغیر ج ل ہے سب شش حیات میں
اس ے بغیر کچھ بھی نہیںکائنات میں

خالق کی لمحہ بھر ہی اطاعت رکی نہیں
خنجر تلے بھی رب کی عبادت رکی نہیں
تبلیغ دین حق کی اشاعت رکی نہیں
نیٔ ے پہ سر تۃ ا پھر بھی تہ وت رکی نہیں

قرآن اہلبیت سے تنا قریب ہے
قرآن واہل بیت کا رشتہ عجیب ہے

قرآں اگر قمر ہے تنویر ہے رسول (ص)
قرآں اگر ہے لوح تو تحریر ہے رسول (ص)
قرآں اگر ہے لفظ تو تعبیر ہے رسول (ص)
قرآں اگر ہے قول تو تفسیر ہے رسول (ص)

قرآن معجزہ ہے تو معجزنما رسول (ص)

قرآن راہ رو ہے تو ہے راہنما رسول (ص)

قرآں اگر ہے علم تو پیکر رسول (ص) ہے

قرآں ہے گر سفینہ تو لنگر رسول (ص) ہے

قرآں ہے گر طریق تو رہبر رسول (ص) ہے

قرآن فیصلہ ہے تو داور رسول (ص) ہے

قرآں اگر ہے نور تو پرتو رسول (ص) ہے

قرآں ہے گر چراغ تو پھر لو رسول (ص) ہے

تحریر کیا ہو اس کے فضائل کے باب میں

ہیں کتنے ترجمے یہ نہیں ہے حساب میں

پھر بھی چھپے ہیں معانی حجاب میں

ضیغم یہی دعا ہے خدا کی جناب میں

جب تک کہ اس جہانمینمیری زندگی رہے

قرآن واہل بیت سے وابستگی رہے

(بہار قرآن)

خالق کا ہے کام یہ مخلوق کا نہیں

پھر سے کوئی عیب ہوایسے کام میں

ہر چیز کی بہار ہے موسم ہر اک کا ہے

قرآن کی بہار ہے ماہ صیام میں

(نتیجہ فکر سید ضیغم عباس نقوی ضیغم بارہ بنکوی)

نی قرآن :

اس عنوان کو مندرجہ ذیل عناوین میں تقسیم کرسکتے ہیں :

1۔ قرآن کی عظمت قرآن کی روشنی میں

2۔ قرآن کی عظمت سنت کی روشنی میں

3۔ قرآن کی عظمت عقل کی روشنی میں

4۔ قرآن کی عظمت اجنبی کی زبان سے

ان عناوین کی مفصل بحث کے لئے مکمل ای جلد کتاب درکار ہے لہذاہماری اس مختصر گفتگو میں ان سے مفصل لب کشائی کی گنجائش نہیں ہے بلکہ فقط اشارہ کرکے اپنے اغراض کوخاتمہ کی طرف سمیٹ لوں ۔

الف : قرآن کی عظمت کو قرآن میں اس طرح بیان کیا گیا ہے "ذالک الکتاب لاریب فیہ "اس کتاب میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں ہے "یا فرمایا ہے کہ قرآن نور ہے قرآن ذکر ہے قرآن ہدایت دہندہ کتاب ہے قرآن حق ہے ،ان جیسے الفاظ سے قرآن کی فضیلت قرآ ن کی رو سے بخوبی واضح ہوجاتی ہے ۔لیکن قرآن کی فضیلت کو قرآن کی روسے ثابت کرنا اشکال اوردور جیسے اعتراض سے دوچار ہے لہذا اس کی تفسیر اور تحلیل سے اجتناب کروں ۔

ب: فضیلت قرآن سنت کی روشنی میں ثابت کرنے ے لئے کتب ذیل کی طرف رجوع

کرسکتے ہیں [1]

حضرت پیامبر اکرم (ص) نے فرمایا قرآن حبل المتین ہے یعنی مضبوط رسی ہے عـروۃ الـوثقی ہے یعنـی مضـبوط وسـیلہ ہے "ان هذاالقرآن هو النور المبین ""یعنی تحقیق یہ کتاب واضح روشنی ہے "ومن اشتشفی به شفا ء الله """اگرکوئی شخص قرآن سے شفا مانگے تو خدا وند اسے شفا عطا فرماتا ہیں "

مولی امیر المومنین کی زبان سے عظمت قرآن کو ثابت کر نا چاہیں تو نہج البا غہ میں کئی خطبوں اورکچھ ناموںمیںاشارہ فرمایا ہے رجـوع کیجیے۔ [2]

آپ نے فرمایا اللہ نے قرآن کو مجتہدین اورصاحب نظر عماء ے دلوں ے لئے بہار باطنی تشنگی ے لسئے سیرابی قـرار دیـا ہے قرآن ایسا چراغ ہے کہ جس کی لو کبھی خاموش نہیںہ وتی، قرآن ہر امراض ے لئے باعث شفا ہے ۔

نیز دیر ائمہ معصومین کی زبان قرآن کی عظمت سے مطلع ہونے ے لئے اصول کافی جلد دوم کتاب فضل القرآن میںبیسـوں صحیح السند احادیث موجود ہیں رجوع فرمائیں

....

(1). ار الانوار کتاب فضل القرآن ، اور اصول کافی 2فضل القرآن)

(2)نہج البا غہ

نیز تفا یر کی کتابوں مینقرآن کی فضیلت اورعظمت پر دلالت کرنے والی بہت سی احادیث اورروایات کو نقل کیاہے۔ [1]

ج: عقل کی روسے قرآن کی عظمت کو ثابت کرنے میں مندرجہ ذیل نکات کافی ہیں ،کہ عقل ہر چیز کی خوبی اوربرتری اور کائنات کے حقائق کو درک کرنے کی حیثیت اورطاقت کا نام ہے جس کی نظر مینقرآن ایک ایسا بحر بیکراں ہے جس کی تہ تک کوئی غواص نہیں پہنچ سکتا ہر غواص اس علم کے دریاسے کسب فیض حاصل کرسکتا ہے کیونکہ عقل کی نظر میں قرآن تمام کتب آسمانی کا نچوڑ اورخلاصہ ہونے کے علاوہ کائناتی تمام علوم کا مجموعہ بھی ہے لہذا ہر بشر قرآن سے مستفید ہوسکتا ہے مسلمان ہو یانہ ہو ماہر اخلاقیات ہویانہ ہو ،معاشیات کا ماہر ہویا نہ ہو عالم ہو یا جاہل ،فقیہ ہو یا نہ ہو سائنسدان ہو یانہ ہو فلسفی دان ہو یا نہ ہو ہرایک اپنی حیثیت کی حیثیت سے قرآن سے استفادہ کرسکتا ہے کیونکہ اس کائنات کو خلق کرنے کے بعد اللہ نے ہی بشر کو علم سے فیضیاب کیا ہے ورنہ انسان ذاتی حوالے سے جاہل محض ہے اللہ نے ہی پیامبروں کے ذریعے علم وحلم اوردیگر فنوں اورہنروں سے مالامال فرمایا ہے لہذاآج اگر انسان کسی فیلڈ مینپڑھے لکھے یا ہنر مند سمجھا جاتا ہے تو یہ اللہ کی مرہون منت ہے کہ جس نے ہر دور میں بشر کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے ہدایت یافتہ ،ہنر مند ہستیوں کو مبعوث فرمانے

....

(1)تفسیر بیضاوی ، تفسیردر منثور ،تفسیر صافی والمنار

ے ساتھ ایسا دستور العمل بھی بھیجاکہ جو اپنے دور ے تمام علوم کا مجموعۃ ا ، ان باتوں کی روشنی میں یہ کہنا غلط نہیں ہو کہ
کائناتی تمام علوم کاسر چشمہ ذات باری تعالی ہے لیکن ہر دور

ے ملحدین اورغاصبین اللہ کی بھیجی ہوئی کتابوں سے فنون اورہنروں ے اصول وضوابط کو ہڑپ کرتے تھے اوراس کو اپنی ذاتی کوشش اور حیت کا نتیجہ سمجھتے تھے اورکہا کرتے تھے کہ ہم نے علم فہ یہ سائنس اورٹیکنالوجی ے قوانین ریاضی ے فارمولوں کو ا اد کیاہے،اور ہم نے ہی کہکشانوں کی خاصیت زمین وآسمان، سورج اورچاند اورستاروں ے چھوٹے وبڑے تمام اسرار کو انکشاف کیاہے جو اس مادی زندگی کی فلاح و بہبود ے لئے بہت ہی ضروری ہے ۔

لہذا وہ لوگ ادیان الہی کو بدنام کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ دین یعنی خشک تقدس اورترک دنیا وتقوی کا مجموعۃ ہے جس میں نہ کوئی فن اورہنر ے اصول وضوابط کا ذکرملتا ہے نہ کوئی لوازمات زندگی ے انکشافات ے فرمولے موجود ہیں نہ کوئی سائنس تحقیقات اورا یجادات کی تفسیراور وضاحت ہے لہذاان کی نظر میں دین اور مذہب تمام چیزوں سے محروم فقط کچھ رسومات کو انجام دینے کا نام ہے ،جبکہ آدم سے قائم ے ادیان الہی کابغور مطالعہ کریں تو بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ ہر دور میں نظام الہی ہی بشر ے تمام احتیاجات پر مشتمل اصول وضوابط کا مجموعہ رہا ہے لہذا ان سے ہمارا سوال یہ ہے کہ تم کوئی ایسا فرمولہ پیش کروجو کسی کتب آسمانی سے نہ لیاگیا ہو !فقط کتب آسمانی ے علوم کو ہڑپ کر ے اپنے نام پر ثبت کر نے سے خالق اورایجاد کنندہ نہیں بن سکتے ۔ اور قرآن کریم تمام کتب آسمانی جو ایک سوچودہ کتابیں بتائی جاتی ہیں ان تمام علو م کا ایک سمندر ہے جس سے ہر بشر اپنی نیاز مندی اوراحتیاجات کو دور کرسکتاہے ،فلسفر ے لئے فلسفی اور عقلی فارمولے،ماہرین اقتصاد ومعایشات ے لئے اقتصادی فارمولے ریاضی دان ے لئے ریاضی ے فارمولے فیزیک والوں ے لئے کیمیاوی اورفیزیک ے نکات سائنسدان ے لئے سائنسی ایجادات اورانکشافات ے قاعدہ وقوانین ،مفکرین ے لئے فکری اورتدبیری ،نکات فقہیہ ومجتھدین ے لئے فقہی دستورات ،ادیبوںکے لئے ادبی نکات ،فصاحت وبلاغت والوں ے لئے اپنے رشتے ے حوالے سے جواہرات سے بھری ہوئی کتاب کانام قرآن ہے

البتہ قرآن مینہر ایـ فارمولے اورنکات کا نام جو Aیا B کی شکل مینتمام ٓ یات کا بیان نہیں ہواہے لیکن ٓ یات کی تشریح اورتفسیر نہ کرنے کا مطلب ہر گ یہ نہیں ہے کہ اس کا قرآن میں سرے سے کوئی تذکرہ نہینہے، بلکہ ہم خود علوم قرآن سے دورہ-یں !لہ-زا ہر دور میں بالخصوص اس دورے جتنے انکشافات اورا ٍادات ہیں سب کاتذکرہ قرآن مینموجود ہے لیکن ہماری اپنی کوتاہی اورجہالہ-ت اورک-م علمی کی وجہ سے ان نکات اورفارمولونتہ رسائی حاصل نہیں ہوپاتی ، کیونکہ ہم نے قرآن فہمی کی ک سوں میں کبھی شرکت نہیں کی ۔

قرآن ے بارئے مینتدبر اور تفکر کاحکم ، کفار و شرین سے لڑنے کا حکم ، عمل صالح کی اتنی اہمیت اورتاکید گذشتہ اق-وام اورامت-وں ے حالات سے عبرت لینے کی سفارش، آبادی اور نابودی سعادتمندی اورشقاوتمندی ے اسباب وعلل وغیرہ کی طرف اشارہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کی رحمت اورقدرت پوری کائنات پرحاکم ہے نیز اللہ نے بارہا صبر و تحمل سے زندگی گذار نے ک-ی تلق-ین ک-ی ا سے ذراساتوجہ اورگہری نظروں سے غور کریں تو معلوم ہوجا تاہے کہ قرآن ای ایسا بحربیکراں ہے جس کی ت ہ بشر کی رس-ائی نہ-یں ہ-و سکتی اس کا مقصد یہ نہینہے کہ قرآن مینکائناتی علوم کی طرف اشارہ نہینہ وا ہے ، بلکہ ہم نے قرآن ے قیمتی مطالہ-ب اورن-کات سے استفادہ کرنے کی ٠ ائے اس دور ے ہر حوالے سے محدود افراد ے توہمات اورخرافات سے بھری ہوئی کتابوں سے استفادہ کرنا اپنا مق-رر سمجھتے ہیں۔

والسـ م

محمد باقر مقدسی ل آباد

20 صفرالمظفر 1428بوقت 11شب حوزہ عمیہ قم المقدس

جم وری ا می ایران

منابع وماخذ

1۔ قرآن کریم

2۔ ابرہان --- علی احمد حرائی

3۔ ابرہان فی ش ت قرآن --- ابو المعالی

4۔ مجمع البیان ج1 --- شیخ طوسی

5۔ مناہل العرفان ج 1ص 337 --- سبکی

6۔ اتقان ج 1 ص 105،104 --- سیوطی

7۔ صحیح ۰ اری --- امام ۰ اری

9۔ شناخت قرآن --- علی کمالی

10۔ تفسیر التبیان --- طوسی

11۔ کشاف ج1 --- زمخشری

12۔ در منثور --- سیوطی

13۔ سنن نسائی --- نسائی

14۔ سنن ترمذی ج 3 ص9 --- ترمذی

15۔ کتاب قیس بن قیس ص 81 --- سلم بن قیس

16۔ ٠ ا ر الانوار ج 4 ج92 --- مجلسی دوم

17 ۔ طبقات ج 3 ص137 --- ابن سعد

18۔ التفسیر التفسیر ج1،ج2 --- ذہبی

19۔ المنارج2

20۔ سفینۃ ال ار ج 2 ص 154

21۔ اسد الغا بۃ ج1 ص 258

22۔ مذاہب التفسیر الا می

23۔ المیہ ان --- ع مہ طباطبائی

24۔ مدخل التفسیر --- آیت اللہ فاضل لنکرانی رحمۃ اللہ علیہ

25۔ ثواب الاعمال وعقابۃ ا --- صدوق

26۔ نُج الب غۃ --- سید رضی

27۔ تفسیر بیضاوی --- بیضاوی

28۔ الاالرحمن --- ب غی

29۔ حدائق ج8ص95 --- حرانی

30۔ تفسیر بری ج1 ص9 --- بری

31۔ خصال ج 2 ص11 --- صدوق

32۔ الوافی ج 5باب اخت ف القرات

33۔ البیان ج 1 --- خوئی رحمۃ اللہ علیہ

34۔کتاب الفاظ والحروف --- فارابی

35۔ تاریخ عرب قبل الا م ج 8 ص186

36۔ وفیات الاعیان

37۔ سعد ال عود ص181

38۔ قواعد الفقہ ج 4 ص70 --- بجنوردی

39۔ تفسیر صافی ج 1 ص51 --- فیض کاشانی

40۔ احقاق الحق ج 2 ص129

41۔ کشف الغطاء --- کاشف الغطاء

42۔ حریم قرآن کا دفاع --- جواد فاضل لنکرانی

43۔ مت القرآن من التحریف ج 1وج2 --- محمدی

44۔ الذخیرہ فی علم الکتاب ص361

45۔ تہذیب الاصول ج 2 --- تقریرات امام خمینیؒ

46۔ معالم الاصول ص147 --- فرزند شہید ثانی

47۔ الفصول المہمہ --- ابن صباغ مالکی

48۔ فضائل قرآن

49۔ تذکرۃ الفاظ

50۔ ماضرا ت الادباء

51۔ اصول کافی --- مرحوم کلینی

52۔ شرائ الا م ج 2 --- مقق

53۔ سال ج 7 --- شہید ثانی

54۔وسائل ج 18 --- حر آملی

55۔ سنن بیہقی --- بیہقی

56۔ صحیح مسلم --- امام مسلم

57۔ احیاء العلوم مقدمہ مراۃ العقول ج 1 --- ع مہ عسکری رہ

58۔ روض الجنان ج1 --- رازی

59۔ مقدمہ ابن خلدون --- ابن خلدون

60۔کن العمال ج1 --- متقی ہندی

*زانب جناب الحاج سید جعفر حسین رضوی دام عزہ کا سپاس گذار ہوں کہ جنہوں نے مندرجہ ذیل مرحومین کے ایصال ثواب کے لئے کتاب ہذا کی طباعت پر بھرپور تعاون فرمایا

1۔مرحوم گوہر حسین

2۔ مرحومہ انور زمانی بیگم

3۔مرحوم رضاعلی خان

4۔مرحوم نقی علی خان

5۔مرحوم سید محمد جعفر

6۔مرحومہ حسینی بیگم

7۔ مرحوم احسن حسن

فہر

انتساب............ 2

حرف آغاز............ 3

اسامی قرآن کا تصور: 10

آیات قرآن ں وضاحت: 13

2۔ اصطلاحی معنی: 15

آیات ں ترتیب اور نظم و ضبط: 18

سوال و جواب: 20

سورتوں ں حد بندی: 21

سورتوں کا مکی اور مدنی ہونے ں وضاحت : 25

تدوین قرآن کا پس منظر: 27

پہلا نظریہ: 27

دوسرا نظریہ: حضرت علی (ع) کے ہاتھوں قرآن ں تدوین: 32

کاتبین وحی کاتذکرہ: 39

نزول قرآن ں وضاحت: 41

نزول قرآن کا ہدف: 42

قرائت قرآن ں اجمالی وضاحت: 45

عمدی اور اختیاری اسباب: 54

اقسام قرات: 57

شان نزول ں وضاحت: 60

شیعہ امامیہ تحریف قرآن کے قائل نہیں ہو سکتے: 64

تحریف معنوی کا اجمالی خاکہ:..75

الف: تفسیر بالرّای ب: تفسیر غیر بالرّای..76

تفسیر بالرای 76

3)تیسری دلیل:..83

چوتھی دلیل:..85

پانچویں دلیل: 86

ماخذ تفسیر ں وضاحت:..89

شرائط تفسیر قرآن: 90

تاریخ تفسیر قرآن ں وضاحت:..92

دوسرے مفسر قرآن:..94

تابٔین کے دور یں م روف مفسرین :..101

ا اب کے دور یں ٰ ور مفسرین :.. 104

تابٰ ین کے دور یٰ روف مفسرین :.. 104

ب :مدینہ کے مفسرین :.. 105

معتزر ٖ مفسرین کے اسامی رامی : 106

الف : ال سن ں ٰ ور وم روف ٓا یر :.. 107

ا ٰ از قرآن کا اجمالی ٓ ارف :.. 108

ا ٰ از قرآن کے بارے یں تین نظر قابل تصور ہیں:.. 109

تلاوت کلام پاک ں عظم : 115

الف: تلاوت کلام پاک ں اہمیہ قرآن ں روشنی یں:.. 120

ب: تلاوت کلام پاک سن ں روشنی یں :.. 121

تفسیر و تحلیل : 122

قرآن فہمی کے ئے درج ذیل علوم ں ضرورت :..123

عظمت قرآن نظم ں ورت یں:..125

(بر ار قرآن)..132

ذ قرآن :...133

مناہ وماخذ 138